رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۵۶۲ ۷۸۶ جون ۱۹۵۲ء

اللہ اکبر اللہ اکبر

[illegible] حضرت امیر ملت عظیم البرکت زبدۃ الاولیاء حاجی پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری قدس سرہ

زیر سرپرستی

عالیجناب فیض مآب مولٰنا الحاج صدر الافاضل صاحبزادہ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب سجادہ نشین علی پوری!

ماہنامہ

انوار الصوفیہ سیالکوٹ

مسجد نور علی پور شریف

سالانہ چندہ پانچ روپے

جلد ۴۴ جون ۱۹۵۲ء نمبر ۶

ادارۂ تحریر

۱۔ ڈاکٹر محمد اللہ دتا صاحب طالب کنجاہ

۲۔ مولانا مولوی غلام رسول صاحب

۳۔ جناب صاحبزادہ حافظ حاجی سید انور حسین شاہ صاحب علی پوری!

[illegible] پرنٹر پبلشر نے رسالہ انوار الصوفیہ تعلیمی پریس سیالکوٹ سے چھپوا کر مسجد سیالکوٹ سے شائع کیا!

قواعد وضوابط

(۱) علم تصوف کی اشاعت کرنا۔ (۲) بزرگان دین کی سوانح عمریاں پیش کرنا۔ (۳) کتاب سنت و فقہ کی روشنی میں مسائل پیش کرنا۔ (۴) عوام کے افعال و اعمال اور ان کے اخلاق سدھارنا۔

فہرست مضامین

حاجی چوہدری محمد ابراہیم صاحب ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے رسالہ انوار الصوفیہ تعلیمی پریس سیالکوٹ سے چھپوا کر کچی مسجد سیالکوٹ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ اَنْوَارُ الصُّوفِیَہ سیالکوٹ

نمبر ۶	رمضان ۱۳۷۱ھ جون ۱۹۵۲ء	جلد ۴۴

انوار رسالت

(از قاضی حمید الدین احمد۔ قریشی فاروقی نقشبندی (غلام سرکار علی پوری)

وہ تلاطم خیز موج بحر سبحان اللذی
جو کہ بحر و بر کی ہر شوکت کا اک ماحصل تھی

جس کی الطاف کریمانہ کا تو مشکور ہے
جس کے فیض دین و دانش سے جہاں پرنور ہے

جس کی زبردستی نے اک دنیا کو جل تھل کر دیا
ابر رحمت بن کے ہر جنگل میں منگل کر دیا

جو یہاں آیا تھا بگڑوں کو بنانے کیلئے
خفتگاں خواب غفلت کو جگانے کیلئے

جس نے قطروں کو ملایا قلزم زخار سے
اک زمانہ کو نکالا وادی پر خار سے

جس نے ذروں کو لیا مہر درخشاں کر دیا
جس طرف ڈالی نظر حیرت کا ساماں کر دیا

بقلیا قسط تصوّف ہفتدہم

(ضرورت شیخ گذشتہ سے پیوستہ)

چونکہ حق و باطلے آمیختند ؛ نقد و قلب اندر حرمدان ریختند

پس محک می بایدش بگزیدہ ؛ در حقائق امتحانہا دیدہ

ترجمہ:- چونکہ حق و باطل (قدرتی طور پر) مخلوط کر دیا گیا ہے۔ اور کھرے کھوٹے (اشیاء) کو (ایک ہی) چرمی تھیلے (جسم انسان) میں (گڈمڈ کر کے) ڈال دیا گیا ہے۔ پس اس کے لئے ایک عمدہ کسوٹی چاہیئے۔ جو (مختلف) حقیقتوں (کی پرکھ) میں بارہا آزمائی ہوئی ہو

تا شود فاروق این تزویرہا ؛ تا شود دستور این تدبیرہا!

ترجمہ:- تا کہ وہ (محک) ان بناوٹوں (کے حق و باطل) میں فرق کر دے اور تا کہ وہ تمہارے ان تدابیر (امتیاز حق و باطل) میں وزیر اعظم اور مشیر اعلیٰ کا کام دے۔ مطلب محک سے مراد شیخ کامل ہے۔ جو مرید پر نفس و شیطان کے مکر و فریب کا راز ظاہر کر دیتا ہے۔ اور اس کو حق و باطل میں تمیز کرنا سکھا دیتا ہے۔ اور ان تدابیر میں اس کا رہنما ہوتا ہے۔

تو چو موری بہر دانہ می دوی ؛ ہاں سلیمان جو چہ می باشی غوی

ترجمہ:- تو چیونٹی کی طرح دانہ کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ ارے سلیمان کی تلاش کر۔ کیوں گمراہ ہوا جاتا ہے۔ مطلب تم طلب معاش اور جستجوئے دنیا میں ہی سرگرداں رہتا ہو۔ شیخ کامل کی تلاش کرو۔ کہ دنیا و دین دونوں کی بھلائی سے بہرہ مند ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے کام میں لگا رہے۔ اللہ اس کے کاموں کا کفیل ہوتا ہے۔ چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

دانہ جو را دانہ اش دامے شود ؛ وان سلیمان جوے را ہر دو بود

ترجمہ:- دانہ کی تلاش کرنے والے (مرغ) کے لئے (کبھی) اس کا دانہ دام (بلا) ثابت ہوتا ہے۔ اور اس شخص کو جو سلیمان کی تلاش کرے دونوں (دولتیں) ملتی ہیں۔

ہم سلیمان ہست اندر دور ما ؛ کہ دہد صلح و نماند جور ما!

ہمارے زمانہ میں بھی سلیمان (وقت) موجود ہیں جو (خلق اللہ میں) صلح کرا دیتے ہیں۔ اور ظلم و ستم نہیں رہنے دیتے۔ (ان کی طرف رجوع کرنا چاہیئے) مطلب۔ دنیا سے فتنہ و فساد رفع ہونے کی صورت یہی ہے۔ کہ اہل اللہ کاملین کی طرف رجوع کیا جاوے۔ انکی تعلیم و تربیت اور صحبت سے اخلاق عامہ درست ہو جائیں گے۔ اور لوگوں میں اتحاد و الفت پیدا ہو جائیگی۔ مگر ہر زمانہ میں لوگوں کو یہ خبط رہا ہے کہ وہ بزرگان معاصرین کو وقعت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ جیسے کہ کہا گیا ہے المعاصرۃ سبب المنافرۃ یعنی ہم زمانہ ہونا نفرت کا باعث بن جاتا ہے۔ اور وہ اگلے زمانہ کے بزرگوں کو یاد کر کے انکی تعریف کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ جب کبھی بزرگان اسلاف کا ذکر آتا ہے۔ تو ایسے اشخاص کی زبان سے عموماً یہ کلمہ سنا جاتا ہے۔ کہ آجکل تو کوئی ایسا بزرگ

نہیں ہے۔ یا کہتے ہیں ابھی ہم تو بہت پھرے کوئی ایسا بزرگ نہ ملا۔ حالانکہ دنیا کا کوئی زمانہ کوئی قرن کوئی دور ایسا نہیں ہو سکتا جس میں اقطاب۔ ابدال۔ اوتاد وغیرہ اولیاء کبار موجود نہ ہوں۔ دنیا کا قیام ہی انکی برکت سے ہے۔ اگر وہ نہ ہوں۔ دنیا کا نظام کبھی کا درہم برہم ہو جائے۔ (لا تقوم الساعۃ حتی یقال فی الارض اللہ اللہ رواہ مسلم (رسالہ قشیریہ) قیامت قایم نہ ہوگی۔ جبتک زمین پر اللہ اللہ کا ذکر کیا جائیگا یعنی جب تک اہل اللہ دنیا میں موجود ہونگے) اور یہ بات بالکل صحیح ہے۔ کہ موجودہ لوگ جن بزرگان سلف کو کمال اعتقاد سے یاد کرتے ہیں۔ اپنے زمانہ میں وہ بھی اسی طرح جہلا و اوباش کے ہدف طعن بنے ہوئے تھے۔ جس طرح اس زمانے کے بزرگوں کو ہدف طعن بنایا جاتا ہے۔ اور آج جن بزرگان کاملین کو اعتراض یا بے وقعتی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ آئندہ زمانہ کے لوگ ان کو بھی بزرگان اسلاف کی طرح غایت احترام سے یاد کرینگے۔ راز اس میں یہ ہے۔ کہ ہر بزرگ کامل کے زمانہ میں از روئے حسد یا بوجہ غلط فہمی اس کے کچھ نہ کچھ مخالف ضرور ہوتے ہیں۔ جو ان بزرگ کے مفروضہ معائب (عیبوں) کی تشہیر کرتے رہتے ہیں۔ جس سے صدہا بلکہ ہزارہا اشخاص کے دلوں میں ان کے خلاف بدگمانی پھیلتی رہتی ہے۔ ایسے واقعات تقریباً تمام اکابر آئمہ و مشائخ کے ساتھ پیش آچکے ہیں۔ جن پر تاریخ شاہد ہے۔ پھر جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا ہے۔ ان کے حاسدین و مخالفین کے ساتھ ان کا غلط پروپیگنڈا بھی دنیا سے نیست و نابود ہوتا جاتا ہے۔ اور ان بزرگوں کے محض کمالات علمی و باطنی ان کے فیوض متوارثہ یا تصنیف کی صورت میں جلوہ گر رہ جاتے ہیں۔ اور آنے والی نسلوں کو ان کے صرف یہ کمالات ہی نظر آتے ہیں۔ اور بدگمانی پیدا کرنے والی باتیں جو ان کے زمانہ میں حاسدین نے مشتہر کر دی تھیں۔ اس زمانہ کے لوگوں تک پہنچنے نہیں پاتیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔ ع قدر مرد بعد مردن، غرض اس قسم کے حاسدین کے بہکائے ہوئے لوگ جو کہا کرتے ہیں۔ کہ آج دنیا میں کوئی کامل نہیں تو مولانا روم رحؒ ان کی تردید میں فرماتے ہیں۔ کہ بزرگان سلیمان منزلت بمصداق علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (الحدیث) آج بھی موجود ہیں جن کے فیض صحبت سے دنیا کے تمام فساد اور فتنے دور ہو سکتے ہیں۔ آگے اس کی دلیل ارشاد فرماتے ہیں۔

سے قول اِن مِّن اُمَّۃٍ را یاد گیر — تا بہ اِلَّا وخلا فیہا نذیر

ترجمہ ہمارے اس قول کی دلیل میں اِن مِّن اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْہَا نَذِیْر پ ۲۲ ع ۱۵ کو یاد کرو (پڑھو) جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی نذیر (نبی) ضرور گزرا ہے۔ اس آیت سے بعبارت النص ثابت ہوتا ہے۔ کہ زمانہ ماضی میں کوئی ایسی قوم نہیں گزری کہ جس میں کوئی نہ کوئی نبی نہ آیا ہو۔ اور بدلالۃ النص یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آیندہ بھی کوئی ایسی قوم نہ ہوگی جسمیں کوئی نبی یا نائب نبی۔ صاحب وجاہت و ہمت نہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چونکہ یہ امر قطعی ہے۔ کہ اور کوئی نبی تاقیامت نہ آئیگا۔ اس لئے اس آیت کی رو سے ہر زمانہ اور ہر قوم میں ایک نہ ایک نذیر۔ نائب رسول۔ خلیفہ حق۔ صاحب وجاہت وہمت کا آنا ضروری ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ کوئی زمانہ اولیائے کاملین سے خالی نہیں ہو سکتا۔ آگے خود مولانا اس آیت کا ترجمہ فرماتے ہیں۔

سے گفت خود خالی نبود است امتے — از خلیفہ حق و صاحب ہمتے ! ترجمہ :- (حق تعالیٰ نے) فرمایا (کہ) کبھی کوئی قوم خلیفہ حق و صاحب ہمت سے خالی نہیں رہی۔ نکتہ: مولانا نے آیت کے کلمہ نذیر کا ترجمہ ان عام لفظوں میں کیا ہے۔ جو انبیاء و اولیاء سب پر صادق آتا ہے۔ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں بھی نذیر (بایں معنی) کی موجودگی اس سے ثابت ہو۔ ورنہ اگر نذیر کے معنی نبی کرتے اور یوں کہتے " از نبی حق و از پیغمبرے " تو پھر اس آیت کا مفہوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کی اقوام وامم

پر صادق نہ آتا۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی تا قیامت مبعوث نہ ہوگا۔ حالانکہ مقصود یہاں یہ تھا۔ کہ تمام موجودہ اقوام کو یقین دلایا جائے کہ سلیمان زمانہ ہر وقت اور ہر عہد اور ہر جماعت میں موجود ہوتا ہے۔ جو قوم کے پراگندہ اجزا کو ربط و اتحاد کی لڑی میں منسلک کر سکتا ہے۔ فافہم خانہ من دقائق بلاغۃ المثنوی (خوب سمجھ لو کہ یہ مثنوی شریف کی فصاحت اور بلاغت کی باریکیوں میں سے ہے) (ملخصاً از مفتاح العلوم)

۱۷- وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۵ ع ۱۱-

اور یاد کرو (اے انصاریو) اللہ کا انعام (احسان) جو تم پر ہے جبکہ تم (اسلام سے پہلے) ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اس نے الفت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں تو تم ہو گئے اس کے فضل (رحمت) و (ہدایت) سے بھائی بھائی۔ محمد بن اسحاق وغیرہ اہل سیر کا قول ہے کہ اوس اور خزرج باہم حقیقی بھائی تھے ان دونوں میں ایک مقتول کی وجہ سے عداوت ہو گئی تھی۔ اور عداوت یہاں تک بڑھی کہ ایک سو بیس ۱۲۰ سال تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدیمی عداوت اور دشمنی کی آگ کو اسلام کے ذریعہ بجھا دیا اور اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت ان میں الفت اور محبت پیدا کر دی۔ چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

نفس واحد از رسولِ حق شدند ! ٭ ورنہ ہر یک دشمن مطلق بدند
کینہائے کہنہ شان از مصطفےٰ ! ٭ محو شد در نور اسلام و صفا

(تمام لوگ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی تعلیم وفیض صحبت) سے یک جان ہو گئے۔ ورنہ ہر ایک (دوسرے کا) پورا دشمن تھا۔ ان کے پرانے کینے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی تعلیم و صحبت کی برکت) سے اسلام کے نور اور صفائی میں فنا ہو گئے صلح اور صفائی کی یہ کیفیت اور اتحاد کا یہ عالم صرف اوس اور خزرج پر بس نہیں۔ سارے عرب قبائل آپ نے شیر و شکر کر دیئے۔ ہدایات قرآن کے مطابق فتنہ وفساد کو مکروہ ترین فعل انسانی قرار دیا۔ اور اس فعل کے مرتکب کے لئے سخت سزائیں مقرر کیں۔ قتل۔ خونریزی اور سفاکی کے انسداد کے لئے قانون قصاص جاری کیا۔ عملاً ملک میں قیام امن کے لئے مناسب اور ضروری تعزیریں جاری کیں۔ سب سے بڑھ کر دعوت اسلام کے فیض اثر اور آپکی صحبت کی برکت نے دلوں کو بالکل خدا کے سامنے کر دیا اور اس حضور دوام حق کی برکت سے دفعتہً ملک میں امن و امان قائم ہو گیا بخاری شریف کی روایت ہے۔ کہ عدی بن حاتم نے شہادت دی۔ کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کے مطابق صنعا سے حجاز تک لوگ تن تنہا سفر کرتے تھے۔ اور خوف الٰہی کے سوا اور کوئی خوف رستہ میں نہ تھا۔

از حدیث شیخ جمعیت رسد ٭ تفرقہ آرد دم اہل حسد !

(بقول مبارک الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ) شیخ اپنے مریدوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی اپنی امت میں (شیخ کی بات سے اتفاق (و محبت) پیدا ہوتا ہے۔ اہل حسد کی بات تفرقہ پیدا کرتی ہے۔ ضرورت شیخ پر ان تصریحات کے بعد کہ ہر زمانہ میں فتنہ وفساد اور تفرقہ دلوں میں ہوتا ہے۔ جو محبت حق تعالیٰ کے بغیر اتحاد میں تبدیل نہیں ہو سکتا۔ اور اس کا طریقہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب یعنی اہل اللہ کاملین اس محبت و اتحاد کی تعلیم دیتے ہیں۔ (کبھی آنکھوں سے اس روح پرور اتحاد کا نظارہ مشاہدہ کرنا ہو۔ تو علی پور شریف ضلع سیالکوٹ میں آستانہ عالیہ مجدد اعظم و قیوم عالم پر انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ جلسہ پر حاضر ہو کر دیکھیں کہ محبت کے دیوانے یاران طریقت کس طرح دلی محبت اور خلوص قلبی سے ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے اور خدمت و مدد و امداد کرتے ہیں) چونکہ اس

اتحاد کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے۔ لہذا ہر زمانہ میں اس کے معلم بھی موجود ہونے چاہئیں۔ اور ہیں۔ زمانہ اُن سے کبھی خالی نہیں رہتا۔ مولانا رح فرماتے ہیں ؎

ہم سلیماں ہست اکنوں لیک ما ✤ از نشاطِ دُور بینی در عمیٰ!

ترجمہ:۔ مخلوق میں (اتحاد پیدا کر دینے والے) سلیمان (زمانہ) اب بھی (موجود) ہیں۔ لیکن ہم (دنیا کے) طول امل کی مستی کے سبب (ادھر سے) آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ کہ مخلوق میں اتحاد یک جہتی اور محبت پیدا کرنیوالے اہل اللہ (سلیمان وقت) اب بھی موجود ہیں جیساکہ آیت ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر (ہر قوم میں کوئی نہ کوئی نذیر گذرا ہے) سے ثابت ہوتا ہے۔ اور وجہ ثبوت یہ ہے۔ کہ جو سبب اس وقت نذیر کے آنے کا داعی تھا یعنی اتمام حجت و اصلاح امت وہ اب بھی موجود ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اب نذیروں کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ پس ضرور ہوا کہ اب بھی موجود ہوں اور موجود ہیں۔ مگر لوگوں کو ان کی طرف توجہ نہیں۔ کیونکہ ان کی توجہات تمام تر دنیا کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اس کا فکر۔ ان کا غور۔ ان کا خیال ہر گھڑی ہر آن دنیا کے معاملات میں لگا رہتا ہے۔ جس کو طول امل کہتے ہیں۔ اس دنیاوی کاروبار کے فکر و خیال کی دُوربینی اور بلند پروازی اس کو اپنے نفس کی اصلاح سے محروم رکھتی اور ان فضول خیالات کے پروں سے پرواز کرنے والا اپنی خاص ضروریات سے بھی غافل رہ جاتا ہے۔ اور آخر روتا ہے۔ حضرت مولانا شیخ سعدی رح کیا خوب فرماتے ہیں ؎

دریغا کہ مشغول باطل شدیم ✤ زحق دور ماندیم و غافل شدیم

دریغا چناں روح پرور زماں ✤ کہ بگذشت بر ما چو برق یماں

چہ خوش گفت با کودک آموزگار ✤ کہ کارے نکردیم و شد روزگار

ترجمہ:۔ افسوس کہ ہم باطل (غیر حق) میں مشغول ہو گئے۔ حق سے دُور رہ گئے اور غافل رہ گئے۔ افسوس کہ ایسا روح پرور وقت ہم پر چمکتی بجلی کی طرح گذر گیا۔ سکھانے والے (استاد) نے لڑکے سے کیا اچھا کہا کہ ہم نے کوئی کام نہ کیا اور وقت (عمر) گذر گیا یعنی ختم ہو گیا۔ مثنوی ؎

مُرغ کو بے ایں سلیماں میرود ✤ عاشقِ ظلمت چو خفاشے بود

ترجمہ:۔ جو پرندہ اس سلیمان (کی رہنمائی) کے بغیر چلتا ہے۔ وہ چمگادڑ کی طرح تاریکی کا دلدادہ رہتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ جو کسی شیخ سے تعلق نہیں رکھتا یعنی کسی پیر و مرشد کے حلقۂ ارادت میں داخل نہیں اور کسی واسطہ سے تعلق باللہ سے بہرہ مند نہیں ہیں۔ ایسے آدمی ظلمت جہالت میں گرفتار اور شہوات اور لذات میں مبتلا ہیں۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جو لوگ کسی شیخ سے نسبت حاصل کئے بغیر خود مقامات سلوک طے کرنا چاہتے ہیں۔ وہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ جامی رح ؎

راہ بس تاریک و شب تاریک و دُزداں در کمیں ✤ بے دلیلے عزم رہ کردن دلیل ابلہی است

ترجمہ:۔ راستہ بہت تاریک۔ رات اندھیری اور چور ڈاکو گھات میں ہیں۔ بغیر راہبر اور راہنما کے سفر کا ارادہ کرنا بیوقوفی کی دلیل ہے۔ مثنوی ؎

با سلیماں خُو کُن اے خفاش رَد ✤ تا کہ در ظلمت نمانی تا ابد

ترجمہ:۔ اے مردود چمگادڑ! تو اس سلیمان (شیخ) سے مناسبت پیدا کر تاکہ کہیں ہمیشہ کے لئے (گمراہی کے) اندھیرے میں نہ رہ جائے۔ (باقی پھر)

(از فقیر محمد اللہ دتا صاحب کنجاہ)

ارشاداتِ نورانی سرکارِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از محمد کرم الٰہی صاحب سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ)

۱۔ ارشاد فرمایا اگر تم وہ بات جانو جو میں جانتا ہوں۔ تو تم بہت سا گریہ کرو اور تھوڑا ہنسو اور دنیا تمہارے نزدیک ذلیل ہو جائے۔ اور تم دنیا کے بجائے آخرت اختیار کرو۔

۲۔ فرمایا۔ مجھے دنیا سے کیا کام ہے۔ دنیا کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے کوئی سوار گرمی کے دن میں سفر کرے اور رستہ میں اسے کوئی سایہ دار درخت مل جائے۔ اس سایہ کے نیچے ایک ساعت سو رہا ہے اور پھر اس کو چھوڑ کر چل دے۔

۳۔ دنیا دار کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی پانی میں چلنے والا لیکن ممکن ہے کہ چلے اور اس کا پاؤں تر نہ ہو۔

۴۔ فرمایا آخرت میں دنیا کی مقدار ایسی ہے جیسے کوئی سمندر میں انگلی ڈال کر دیکھے کہ کس قدر پانی انگلی کے ساتھ آیا۔

۵۔ فرمایا۔ دنیا کا حساب ہے۔ اور حرام عذاب۔ دنیا حلال بھی عذاب ہے۔ مگر یہ حرام کی نسبت خفیف ہے۔

۶۔ فرمایا۔ جو شخص حاجت سے زیادہ دنیا کو بطریق حلال بھی طلب کرے مگر برائے اظہار فخر۔ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس سے ملاقات کریگا۔ جس حالت میں غصہ اور ناراض ہوگا اس پر۔ جو شخص محتاجی سے بچنے کو دنیا طلب کرے اور اپنے نفس کو ہلاکت سے بچاؤ کیلئے۔ تو وہ قیامت کے دن ایسے محشور ہوگا۔ کہ اس کا چہرہ بدر کی طرح روشن ہوگا۔

۷۔ فرمایا۔ اگر دو بھوکے بھیڑئیے کسی گلے میں چھوڑ دئے جائیں۔ تو اس گلے میں وہ اتنا نقصان نہیں کرتے۔ جتنا محبت مال و شرف مسلمان کے دین میں کرتی ہے۔

۸۔ ارشاد فرمایا زیادہ مال والے ہلاک ہوئے۔ مگر وہ شخص جو مرتے وقت خیرات کی وصیت کر گیا ہو کہ مال کو اللہ کے بندوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

۹۔ لوگوں کے عرض کرنے پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ امت میں سب سے زیادہ شریر تونگر ہونگے۔

۱۰۔ ارشاد فرمایا۔ دنیا کو دنیا داروں کے لئے چھوڑ دو۔ کیونکہ جو کوئی مقدار کفایت سے دنیا زیادہ حاصل کریگا۔ وہ اپنی موت حاصل کرے گا۔ اور اس کو خبر بھی نہ ہوگی۔

۱۱۔ ارشاد فرمایا۔ ایک شخص کے عرض کرنے پر۔ جو مال تمہارے پاس آئے اسے آخرت کے لئے دے ڈالو۔ کیونکہ ایماندار کا دل مال کے ساتھ رہتا ہے۔ ۲۔ اگر مال دیدیا ہوگا تو یہ چاہے گا کہ میں بھی اس سے جا ملوں۔ اگر پیچھے چھوڑ دیگا۔ تو یہ دل (دل) چاہیگا کاش میں بھی ساتھ دنیا میں رہتا۔

۱۲۔ ارشاد فرمایا۔ آدمی کے تین دوست ہیں۔ ایک قبض روح تک ساتھ رہتا ہے۔ دوسرا قبر تک۔ تیسرا قیامت تک۔ پہلا ساتھی مال ہے۔ قبر تک کے ساتھی اس کے گھر والے۔ اور قیامت کے ساتھی اس کے اعمال۔

۱۳- ارشاد فرمایا۔ الہٰی تو آلِ محمدؐ کی روزی بقدر بسر اوقات کر۔

۱۴- ارشاد فرمایا۔ الہٰی تو مجھ کو مسکین زندہ رکھ اور مسکین مار اور مسکینوں کی جماعت میں محشور کر۔

۱۵- ارشاد فرمایا۔ بندۂ دنیا ہلاک ہو۔ اگر گرے تو نہ اٹھے۔ جب اُسے کانٹا چبھے نہ نکال سکے۔

۱۶- فرمایا۔ آدمی بوڑھا ہوتا ہے۔ تو اس کے ساتھ اس کی امید اور مال کی محبت جوان ہوتی ہے۔

۱۷- فرمایا۔ اسکو خوشی ہے۔ جسکو اسلام کی ہدایت کیجائے۔ اور معیشت بقدر بسر اوقات ہو اور اس پر قانع ہو۔

۱۸- فرمایا قیامت کے دن کوئی فقیر یا غنی ایسا نہ ہوگا جسے یہ تمنا نہ ہو کہ کاش دنیا میں اسے بقدر قوت اُسے گذران دیا جاتا۔

۱۹- ارشاد فرمایا۔ تونگری کثرتِ اسباب سے نہیں بلکہ نفس کے تونگر ہونے کا نام ہے۔

۲۰- ارشاد فرمایا۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے میرے دل میں یہ پھونک دیا ہے۔ کہ کوئی متنفس نہیں مریگا۔ جب تک اس کا رزق پُورا نہ ہولے۔ پس اللہ تعالےٰ سے ڈرو اور اس سے میانہ روی طلب کرو۔

۲۱- حضرت ابوہریرہ رضؓ کو ارشاد فرمایا جب تجھے سخت بھوک لگے۔ تو ایک روٹی اور پیالہ پانی پر کفایت کر اور دنیا کو لات مار۔

۲۲- فرمایا نماز اس طرح ادا کر جیسے کوئی رخصت ہونے والا پڑھتا ہے (یعنی پھر شاید اتفاق نماز پڑھنے کا ہوگا۔ اور یہی نماز آخری ہو) اور ایسی بات کر جس کے لئے کل عذر نہ کرنا پڑے۔ کسی کے مال سے طمع نہ کرو۔

تبلیغی نظم (پنجابی) از طالب کنجاہی

اُٹھو چلو مسیتی یار ٭ کر کے توبہ استغفار

ماہ رمضان دے روزے آئے
رب دا خاص مہینہ آیا
بخشش دے سامان تیار
روزہ تقوی اکو جان
ہر عمل دا اجر جدا
کھوہے تے بند کیتے دوارے
رب دا بانگا پیا بلاوے
روزے رزق ودہاون آئے
پڑھو تراویحاں روزے رکھو
نفل ثوابوں فرض ہو جاسن
طالب وقت غنیمت جان

بخشش دا پیغام لیائے
جس وچ انت خزینہ آیا
روزے نے تراویحاں یار
روزے کفیں تقوی پہچان
جنت۔ رحمت بخشش نہما
جنت نے دوزخ دے سارے
وقت نماز دا نہ ٹل جائے
کھانے عجب کھاون آئے
رب من بیگا جو کجھ آکھو
ستر گنا فرضاں دا پاسن
خالق مالک نوں پہچان

ایہہ عنایت رب دی یار
لیلۃ القدر تے قرآن یار
رب سچے دا شکر گذار
تتقون کہیا غفار
روزے دا اجر ہیں خود سرکار
قید شیطان کیتے سب یار
روزہ کر د نیت افطار
ہور نعمتاں بے شمار
وچ رمضان ایہہ موج بہار
پان انعام ایہہ روزے دار
زندگی دا نہ کجھ اعتبار

(محمد اللہ دتہ طالب)

رباعیات رمضان شریف

از فقیر محمد اللہ دتا صاحب طالب عفا اللہ عنہ کنجاہی

تم سے پہلوں پہ بھی تھا یہ انعام! مومنوں تم پہ بھی ہوا اکرام!
فرض روزے کیے گئے تم پر! تا کہ بن جاؤ متقی خوش کام

آ گئے روزے انتظام کرو ماہ رمضان کا احترام کرو
پاک ہو جاؤ گے گناہوں سے حق ادا اس کا صبح شام کرو

روزہ ہے حق تعالےٰ کی نعمت اَنْ تَصُوْمُوْا سے یہی ہے ثابت
گر مشقت کا خطرہ ہو لاحق! ہے مرض اور سفر میں رخصت

کیا ٹھکانا ہے حق کی شفقت کا! اس کی رحمت کا اس کی وسعت کا
پھر قضا کرنا۔ چھوڑ روزہ آج گر یقینی ہو بڑھنا زحمت کا

روزہ رکھتا ہے پینے کھانے سے! شہوتوں کے مزے اڑانے سے
متقی بن گیا اگر صائم! ہے غرض یہ ہی روزے آنے سے

روزہ فاقہ کشی کو کہتے ہیں! حالانکہ دگنا اس میں کھاتے ہیں
رحمتوں کا نزول ہوتا ہے! زحمتوں سے نجات پاتے ہیں

واہ کیا شان رکھتا ہے رمضان لَیْلَۃُ الْقَدْر اس میں بس ذیشان
اس میں قرآن کا نزول ہوا! نور، رحمت، شفا۔ ھدیٰ کی کان

دیتا رونق ہے سجدہ گاہوں کو صاف کرتا ہے حق کی راہوں کو
نام رمضان اس کا ہے طالب! پھونک دیتا ہے سب گناہوں کو

صبر کا نصف روزۂ رمضان اور خود صبر بھی ہے نصف ایمان
روزہ چھوٹا تو ٹوٹا ایمان بھی ٹوٹا پھوٹا بھی ہے کوئی ایمان

تیرے آنے سے سب ہوئے شاداں مومنوں کے تھیں گھر بہ گھر خوشیاں
زندگی میں پھر ایک بار آنا! چل دیا جلد تو مہِ رمضان

بڑھ گیا رزق سب کہ تو آیا! سال کا ایک ماہ میں کھایا!
رحمت و مغفرت نجات ملیں تیرے آنے سے کیا کیا پایا

انوار و تجلیات

(نوٹ) رسالہ انوار الصوفیہ میں عنوان مندرجہ بالا پر ایک سلسلہ مضامین کئی ماہ تک جاری رہا۔ جس کو ناظرین رسالہ بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔ مگر دیگر ضروری مضامین کی وجہ سے چند ماہ سے یہ عنوان بند کر دیا گیا۔ ایک نہایت ہی محترم بزرگ کے صاحبزادہ عزیز نے خاکسار کو مل کر کئی بار اصرار کیا کہ آپ انوار و تجلیات کے سلسلہ کو دوبارہ جاری کر دیں۔ لہذا اس محترم صاحبزادہ کی فرمائش سے عنوان بالا پر چند سطور تحریر کی جاتی ہیں۔)

شعر

ارض و سما میں پھیلا اللہ کا نور ہے! دیکھے جو تو نہ اس کو تو تیرا قصور ہے
ارض و سما میں روشن محمد کا نور ہے! دیکھے نہ تیری آنکھ تو اس کا قصور ہے
سارے جہاں میں پھیلا دلیوں کا نور ہے تجھ کو نظر نہ آئے تو تیرا قصور ہے

سورۂ نور میں خداوند تعالیٰ نے فرماتا ہے۔ اللہ نور السموات والارض ط مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح ط المصباح فی زجاجۃ ط الزجاجۃ کانہا کوکب دری من شجرۃ مبرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ ......
دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول صلعم کی شان میں فرماتے ہیں۔ قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین اور دوسری جگہ حکم ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وامنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نورا تمشون بہ......
اللہ تعالیٰ کی ذات پاک نور علیٰ نور ہے۔ اور پروردگار عالم نے کروڑہا سالوں کے بعد اپنے نور کے اظہار اور عرفان کے لئے اپنے نور سے سرکار دو عالم صلعم کے نور کو پیدا کیا۔ بحکم حدیث شریف (۱) انا من نور اللہ (۲) ما خلق اللہ نوری ثم خلق من النوری
پروردگار عالم نے جب اپنے آپ کی شناخت کرانے اور مخلوق کو اپنی عرفان کے اظہار کی محبت اور خواہش ہوئی۔ تو اس نے وہ نور اپنے نور سے خاتم الانبیاء رحمۃ اللعلمین جنہوں نے اپنی نورانی زبان سے ارشاد فرمایا ہے۔ کنت نبیا و ادم بین الماء والطین کے نور کو پیدا فرمایا۔ اور اس نور سے تمام مخلوقات عالم کو بعد ازاں پیدا فرمایا۔ اور روز میثاق روز الست کو تمام ارواح و انبیاء سے اپنی ربوبیت اور الوہیت اور سرور کائنات فخر موجودات نور من نور اللہ سید الانبیاء و المرسلین کی اولیت و افضلیت نبوت اور خاتمیت رسالت اور امام الانبیاء ہونے کا اقرار لیا۔ اور قرآن پاک میں مختلف مقامات پر اس عہد کے اقرار اور تسلیم کا ذکر فرما کر لوگوں کو یاد دلا دیا۔ کہ سرکار دو عالم میرے نور سے ہیں۔ اور اس نور کی غلامی ہی سے نورانیت ایمان و ایقان عطا ہو کر انسان زمرۂ منجتین متقین اور مفلحوں اور محبوبین خدا میں شامل ہو سکتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو ازلی شقی ہیں۔ اور جنہوں نے روز الست کو بھی مذبذبین میں داخل ہو کر منافقانہ طور پر ربوبیت اور الوہیت خداوند کریم کو نورانیت و خاتمیت و افضلیت اور شفاعت سرکار دو عالم کے منکر رہے۔ ان شب پر چشموں کور باطنوں کو نورانیت خدا و

سردار عالم صلعم دیکھنے کی بصارت و بصیرت ہی عطا نہیں کی گئی۔ جیسا کہ قرآن شریف کا حکم ہے۔ ینظرون الیک وھم لا یبصرون۔ سرکار دو عالم کے نور کو دیکھنے کے لئے صدیق اکبر کی سی آنکھ چاہیئے۔ سنیئے قصہ یاد آگیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ سرکار دو عالم کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ ابوجہل شقی الازلی (اعمی) آگیا۔ وہ روز ازل سے کور باطن تھا۔ نورانیت سرکار دو عالم کو نہ دیکھ سکا۔ اور محمد رسول اللہ نور رب العالمین کو نہ دیکھا۔ اور معاذ اللہ آپ کی خوبروئی پر اعتراض کیا۔ مولانا روم نے مثنوی شریف میں اس طرح ارشاد فرمایا ؎

دید احمد را ابوجہل و بگفت ! ؎ زشت نقشے کز بنی آدم شگفت
گفت احمد مر ورا تو راستی ! ؎ راست گفتی لیک کار افزا ستی
دید صدیقش بگفت اے آفتاب ؎ نے ز شرقی نے ز غربی خوش بتاب
گفت احمد راست گفتی اے عزیز ؎ اے رہیدہ تو ز دنیائے ناچیز
حاضراں گفتند اے صدر الوریٰ ؎ راست گو گفتی دو ضد گو را چرا
گفت من آئینہ مصقول دست ؎ ترک و ہندو از من آں بیند کہ ہست
ہر کرا آئینہ باشد پیش رو ! ؎ زشت و خوب خویش را بیند درو

نور بصیرت اور کور باطنی کی اس سے بہتر اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ دیکھیئے جس کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے نورانیت کو دیکھنے کو چشم باطن عطاء نہیں کی گئی تھی۔ اس نے اس نورانیت کے سرچشمہ کو اپنی بد باطنی اور مصقول دست شیشے میں اپنی بد بدی اور ظلمت ایمان کی تصویر دیکھ کر کہہ دیا کہ یہ اچھی شکل نہیں۔ درحقیقت وہ اسکی اپنی شکل تھی۔ جو اس کو اس منور اور متجلی شیشے میں نظر آئی۔ یہ تو ابوجہل تھا۔ اب صدیق اکبر عاشق رسول مقبول نے جب حضور کے منور چہرے کو دیکھا۔ تو عرض کی آپ ایسے نورانی آفتاب ہیں جس کے لئے مشرق و مغرب کی کوئی شرط نہیں۔ آپکی تابانی اور درخشانی ہر آن یہاں ہر مقام میں موجود ہے۔ اور مولانا روم نے ؏ نے ز شرقی نے ز غربی میں وہی قرآن پاک کے الفاظ لا شرقیۃ ولا غربیۃ بیان فرمائے ہیں۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کا نور نور السموات والارض ہے۔ اس کے لئے لا شرقیۃ ولا غربیۃ نہیں۔ اسی طرح نور رسول مقبول جو خدائی نور ہے۔ اس کے لئے بھی شرق اور غرب میں طلوع ہونے یا غروب ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ وہ نورانیت جو روز ازل سے اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم کو عطا کی۔ روز قیامت تک ارض و سما میں جاری و ساری رہے گا ہے۔ اور رہیگی مگر دیکھنے کے لئے آنکھ چاہیئے۔ اللہ بخشنے کے لئے کہا ہے۔ (مولوی غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ؟)

چام چیچڑ دا انگوں آپ ہوویں ؎ آفتاباں دا کجھ قصور نہیں !
پردہ غفلت دا پیا ہدایت اللہ ؎ تائیں دسدا تجھ نوں نور نہیں !

اسی میں سرکار دو عالم نے اپنے نور کی شناخت کے لئے اپنی نورانی زبان سے ارشاد فرمایا۔ مولانا روم کے قصے کا تیسرا شعر ہے ؎

اے رہیدہ تو ز دنیائے ناچیز

یعنی جیسا کہ تو اس دنیا کی متاع قلیل سے روگردانی کر کے نورانیت کو دیکھنے کی کوشش نہ کرے تو اس سے بہرہ یاب نہیں ہو سکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گذارش پر آپ نے اجتماعِ ضدین یعنی دونوں کو راستگو کیسے کہا۔ اس پر ارشاد فرمایا میں صیقل شدہ آئینہ ہوں جیسا بھی کوئی آدمی ہو۔ میری طرف دیکھ کر اُسے اپنی صورت نظر آجائیگی۔ کیونکہ جب کسی شخص کے سامنے ایک مصقول آئینہ تو اس میں اس کو اپنی اگر کوہ باطن خبیث بدین اور زشت روح کو ایسی ہی صورت نظر آئے گی اور سعید ازلی و نیک طینت کو ایسی نظر آئے گی۔ (باقی آئندہ)

ایک خط اور اس کا جواب

قبلہ جناب شیخ صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گو اصولاً جب تک آپکی خدمت میں پہلے عرض حال نہ کیا جائے۔ آپ کی جانب سے کسی قسم گرامی نامہ کی توقع رکھنا غلط ہی ہے۔ لیکن تاہم دل کو معلوم نہیں کیوں اس بات کا مدعی رہتا ہے۔ کہ آپکی وسیع صفات شاید بندہ کے ساتھ اہلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے گاہے گاہے بندہ کے خط کا انتظار کئے بغیر راہِ حق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے جوش میں بندہ کے لئے [illegible] کا باعث بنتی رہیں۔ یہاں پر آجکل ہماری رجمنٹ کے مولوی صاحب اور ایک اور مولوی صاحب کے درمیان حدیث پر عموماً بحث مباحثہ ہوتا رہتا ہے خدا کرے کہ مسلہ حقیقت سے آشنا ہو اور باریکیوں کو محض خدا کے برگزیدہ بندوں پر چھوڑ دے۔ بندہ کے ناقص خیال میں عموماً یہ بات آتی ہے کہ موجودہ وقت اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ ایسی باتوں میں خدا کی دی ہوئی برکتوں کو ضائع کیا جائے۔ موجودہ وقت اس بات کا تقاضا کرتا ہے۔ کہ بنیادی اصولوں پر جو کہ رسول کریم صلعم کی روزمرہ زندگی کا زیور تھے۔ عملاً زندگی بسر کی جائے۔ باقی جزئیں خود بخود اس کے تعاقب میں آتی جائینگی۔ مثلاً نماز و روزہ اور ان دونوں کی سکھلائی ہوئی عادات یعنی راست خیالی۔ راست گفتاری اور راست بازی اور اپنے اپنے کام میں پوری تندہی اور انہماک کے ساتھ دلچسپی بدرجہ اتم لیکن دیانت کیساتھ۔ ایسا کرنے سے مسلم قوم میں ایسی نیک عادتیں آہستہ آہستہ عود کر آئینگی۔ جو کہ موجودہ بد عادات کی جگہ لیتی جائینگی۔ اور ادبار کے بادل دور ہوتے جائینگے یہ چند سطور محض اپنا خیال ظاہر کرنے کیلئے ہی نہیں لکھیں بلکہ اس لئے بھی کہ آپ سے بھی ان کے متعلق کچھ سن کر مستفیض ہو سکوں اہل مجلس کو بندہ کی طرف سے اسلام علیکم قبول ہو۔ والسلام آپکا خادم اکبر

(چوہدری محمد اکبر علی بی۔اے۔ کیپٹن 4/1 فیلڈ رجمنٹ آر۔پی۔اے یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء)

(جواب)

عزیز مخلصم و محترم اکبر علی صاحب زاد محبتکم حفظکم اللہ تعالیٰ و ایدکم بنصرہٖ آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالب خیریت بخیریت۔ تین ماہ تک مکمل خاموشی اور دعویٰ طلب راہِ حق! ایک اصول تو آپ نے خود ہی لکھ دیا ہے۔ ایک اور بھی اصول دنیا میں رائج ہے۔ وہ یہ کہ جب تک پہلا سبق یاد نہ ہو جائے آگے دوسرا سبق دینا کسی استاد کا شیوہ نہیں۔ نیز یہ خطوط تاریخی رنگ رکھتے ہیں۔ جو کچھ لکھا جاتا ہے۔ وہ عمل کرنے کی خاطر لکھا جاتا ہے۔ نہ کہ دماغی عیاشی (دلچسپی و توسیع معلومات) کے لئے۔ افسوس ہے کہ آپ نے اس سے پہلے خط سے کوئی نفع نہیں اٹھایا۔ آپ نے محسوس بھی نہیں فرمایا۔ اس میں کیا لکھا گیا ہے ورنہ آپ ضرور اس کے متعلق ادنیٰ سا کوئی فقرہ ضرور بیان کرتے۔ آپ نے فقیر کے راہِ حق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے جوش کا بھی ذکر کیا ہے واللہ اعلم بالصواب

کس رنگ میں کیا ہے؟ بہرحال فقیر کو اس سے کچھ اچھی خوشبو نہیں آئی۔ کیونکہ عمل کرنے کے لئے اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کو خوش کرنے اور اسکی رضامندی کے حصول کے لئے جو کچھ آپ کو پہنچ چکا ہے۔ وہ بفضلہٖ تعالیٰ کافی سے بھی زیادہ ہے۔ ایک شخص قرآن کریم کی موجودہ تمام تفاسیر پڑھ جائے۔ کتب احادیث کی تمام شروح سے پوری طرح واقف اور ماہر ہو جائے اور ساری عمر علوم دین کی تدقیق و تحقیق میں گزار دے۔ لیکن قرآن و حدیث لانے والے راہ حق بتانے اور دکھانے والے جن کا بولنا خدا کا بولنا۔ جن کا حکم خدا کا حکم۔ جن کی اطاعت خدا کی اطاعت جن کے اوامر و نواہی مقبول و منظور الٰہی۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ جن کی شان کہ ان کے پیچھے چلیئے۔ ان کی راہ اختیار کرنے اور ان کے طریقہ (سنت) پر عمل کرنے والا بھی محبوب خدا بن جائے۔ ایسی پاک و برگزیدہ محسن، رؤف و رحیم ہستی کے اُسوۂ حسنہ (صورت و سیرت) کو جس کو مولا کریم نے بطور بہترین۔ قابل ترین مقبول ترین بلکہ محبوب ترین نمونہ کے جہاں اور اہل جہان کے سامنے پیش فرمایا ہو (لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ) کو نہ چاہیے۔ پیار نہ کرے دوست نہ رکھے بلکہ اس کے خلاف دشمنان دین کی روش پر چلے اور اس پر چلنا پسند کرے اور اس پر فخر بھی کرے۔ ایسے شخص کو عالم۔ فاضل محدث مفسر ہونا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ اس کے اور جرمن و انگریز عالم علوم دین کے درمیان کیا فرق ہو سکتا ہے؟ وہ بھی پڑھتا ہے عمل نہیں کرتا یہ بھی پڑھتا ہے اور بے عمل ہے۔ دل کا حال تو خدا جانتا ہے۔ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (اس کا طریق کار۔ روش چلن صالح نہیں) کے الفاظ مبارک کہہ کر حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ السلام کے بیٹے کو کافروں کے ہمراہ غرق کر دیا گیا۔ عزیز محترم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وقت کم ہے اور منزل مقصود دور عمل کرنے کا وقت ہے۔ سرگرمی اور سر توڑ کوشش کرنے کا وقت ہے۔ کہ اس تھوڑے سے وقت (بقایا عمر گرانمایہ) اپنے منزل مقصود کو حاصل کر لیا جائے ؎

خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر! ؛ زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند (سعدیؒ)

اے شخص پیشتر اس کے کہ آواز آجائے فلاں شخص دنیا سے گذر گیا۔ نیکی کر لے اور اس عمر کو غنیمت جان کہ کچھ کر نیکی مہلت دے رکھی ہے، بحث و مباحثہ میں پڑنے۔ خیال آرائیوں اور دماغی عیاشیوں کا وقت نہیں ؎

بیوفائی داں وفا با ردّ حق ؛ بر حقوق حق ندارد کس سبق

اللہ تعالیٰ کا حق سب کے حقوق پر مقدم اور غالب ہے۔ حتیٰ کہ ماں باپ کے حق پر بھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ وَاِنْ جَاھَدٰکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا (اگر ماں باپ تجھے مجبور کریں کہ کسی ایسی چیز کو میرا شریک بنائے جس کا تجھے علم ہی نہیں تو ان کی اطاعت (فرمانبرداری) نہ کر! سچ ہے (پہلا مصرعہ) خدا کے مردودوں کے ساتھ وفا کرنا خدا کے ساتھ بیوفائی سمجھو! ۱۳-۱۴ اشعار بیان فرما کر اور اپنے انعام و کرام کا احسان جتلا کر مولانا حق تعالیٰ کی طرف سے لکھتے ہیں ؎

چوں خدائے بیوفایاں میشوی ؛ از گماں بد بداں سو میروی

یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھے چھوڑ کر فانی اور بیوفا مخلوق پر کیوں لٹو ہو رہا ہے۔ ہوش کر۔ فافہم۔ فتدبر (سمجھو اور غور کرو) باقی جو خیال آپ نے مسلم قوم کی اصلاح کے متعلق ظاہر فرمایا ہے۔ حرف بحرف صحیح و درست ہے۔ جس پر کسی قسم کی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ مگر یہ کہ بقول آپ کے عملاً زندگی بسر کیجائے۔ کی نسبت کچھ عرض کیا جائے۔ کہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں) حکم قرآنی کا خیال رکھا جائے۔ اگر ہم سب ناصح اور مصلح قوم بن کر (خدا کرے کہ حقیقی طور پر بن جائیں) عملاً زندگی بسر کی جائے کا وعظ کہتے پھریں اور ہماری اپنی عملی زندگی اس قول اور وعظ کی تصدیق اور تائید نہ کرتی ہو۔ تو فرمایئے "خود میاں فضیحت دیگراں را نصیحت" کے مصداق بن کر کیا کامیابی اور

کیا اصلاح ہو سکتی ہے۔ پہلے عریضہ میں بھی غالباً یہ عرض کیا گیا تھا۔ کہ کوئی مبلغ خواہ وہ کیسا ہی شیریں زبان ہو اور جادو بیانی سے کام لے جب تک اس مبلغ اعظم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ (صورتاً و سیرتاً) اختیار نہ کرے دنیا میں قبولیت حاصل کر سکتا ہے نہ اصلاح کے کام میں کامیابی! پہلے تو اپنا دیا (چراغ) کسی نور مجسم ﷺ سے جلانا چاہیئے۔ کہ غفلت و عصیاں کی تاریکی و ظلمت دُور ہو جائے پھر اس چراغ کے نور سے دوسروں کو ظلمت و تاریکی سے نکالا جا سکتا ہے۔ اور اس چراغ سے کئی ایک چراغ روشن ہو سکتے ہیں۔ یعنی ظاہری علم کیسا ہی ہو اگر باطنی روشنی (علم) نہ ہوگی تو "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار، سوئے ہوئے کو خود سویا ہوا کیسے جگا سکتا ہے" والا معاملہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے ظواہر کی کثرت اور ان کی وعظ و نصیحت کی جد و جہد کے باوجود ہم گرتے ہی جا رہے ہیں۔ اور دین سے بہت دور ہو گئے ہیں۔ حتیٰ کہ مشرقی پنجاب کا قتلِ عام بھی ہم کو جگا نہ سکا۔ تو سنتِ الہیہ کے مطابق قدرت نے یکے بعد دیگرے دو سیلاب لائی یعنی جب پہلا سیلاب بھی ہمیں ہلا جلا نہ سکا۔ تو فوراً یعنی چند دنوں کے ہی اندر وہ طوفانی سیلاب آیا جس کے نتائج طوفانِ نوح علیہ السلام سے کئی گنا بڑھ چڑھ کر تباہ کن ثابت ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ لیکن دیکھ لو کہ مسلمان سے کفری رسوم اور فیشن کی نحوست نہ نکلی۔ اور یہ فرنگی نما مسلمان رسول نما مسلمان نہ بن سکے۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف ارشاد فرمایا ہوا ہے۔ کہ "وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرًا" ۔ (جو کچھ تمہیں دکھ۔ تکلیف اور مصیبت پہنچتی ہے۔ وُہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے (تمہاری ہی شامت اعمال سے ہے) حالانکہ وہ (اللہ) بہت بہت معاف کرتا رہتا ہے۔ فرنگی اور فرنگی تعلیم نے مسلمانوں کو یہاں تک اسلامی جذبات و اعتقادیات سے دور کر دیا ہے۔ کہ ان کا قرآن کریم پر عامل ہونا (خاکم بدہن) محال نظر آ رہا ہے۔ حالانکہ ان انگریزی مسلمانوں کا مایۂ ناز اپنے زمانہ کا قلندر ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم لکھ گیا ہے ؎

گر ہمی خواہی مسلمان زیستن ✿ نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

اگر تو چاہتا ہے۔ کہ مسلمان رہ کر زندہ رہے۔ تو قرآن پر عمل کرنے کے بغیر ایسا زندہ رہنا ممکن نہیں محال ہے۔ مولا کریم ہی ہے جو اپنے فضل و کرم اور لطف و عنایت سے اور اپنے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں ہم پر رحم فرمائے اور بجائے ہمیں ترسا ترسا کے مارنے اور تباہ کرنے کے ہدایت نصیب کرے اور ہمیں وہ مومن اور مسلمان بنائے جن سے وہ خوش ہے۔ جن کی تعریف قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے اور جن کو دنیا میں عزت و آبرو۔ حکومت اور غلبہ اور آخرت میں جنت الفردوس کے وعدے دیئے ہیں۔ الٰہی ہمیں اپنا اور اپنی منشا کے مطابق بنا لے۔ امید ہے کہ آئندہ آپ اپنے آپ کو جلد جلد خط لکھنے کا عادی بنا لینگے۔ اللہ تعالیٰ دن دوگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے اور ظاہری و باطنی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین ثم آمین! حاضرینِ مجلس و پرسانِ حال کی خدمت میں السلام علیکم۔ گھر میں سلام مسنون۔ بچوں کو دعا، پیار۔

راقم فقیر محمد اللہ دتا عفا اللہ عنہ بقلم خود از کنجاہ 9/10/50

گذارش

انوار الصوفیہ کے لئے جو مضمون آپ تحریر کرتے ہیں۔ وہ برائے مہربانی صاف اور ستھرا خاص کر عربی الفاظ واضح اور صحیح طور پر لکھیں۔

(مدیر)

عید اور اُس کے مسایل

حضرت مولٰنا مولوی غلام رسول صاحب گوہر!

عید کا دن مسلمانوں کے واسطے مسرت و شادمانی کا دن ہے۔ اس دن میں مسلمان فریضہ صوم کے ادا کرنے کا اور خدا تعالیٰ کے نزدیک مستحق انعام ہونیکی خوشی مناتے ہیں۔ اور اس کی طاعت و عبادت اور صدقہ وخیرات اور ذکر و اذکار سے اس کا شکریہ کرتے ہیں۔ اس مبارک دن میں بچے سے لیکر بوڑھے تک ہر ایک شخص کے چہرے سے خوشی اور فرحت و سرور مترشح ہوتی ہے۔ اس مبارک دن بچھڑے ہوئے دوست اپنے دوستوں سے بغل گیر ہوتے ہیں۔ اور جو کوئی شخص ملازمت یا تعلیم کی وجہ سے اپنے گھر سے دور رہتا ہے۔ وہ بھی چھٹی لے کر اپنے گھر آ کر اپنے بہن بھائیوں میں اس دن کو مناتا ہے۔ اس دن ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے عید مبارک کہتا ہے۔ اور خوشی سے مصافحہ کرتا ہے۔ بچے نئے اور اُجلے اور رنگ برنگ کے کپڑے پہن کر خوشی سے اپنے یاروں اور ہمجولیوں سے ملتے ہیں۔ امیر اور دولت مند لوگ غریبوں کو صدقۂ فطر دیتے ہیں۔ اور نماز پڑھنے کی تیاریاں کرتے ہیں۔ القصہ عید وہ دن ہے۔ کہ جب مسلمان نمازِ عید پڑھنے کیواسطے ایک مسجد میں یا میدان میں جمع ہوتے ہیں۔ تو خداوند کریم ان کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور اپنے فرشتوں سے کہتا ہے۔ کہ جب مزدور اپنے کام سے فارغ ہو۔ اسے کیا دیا جانا چاہیئے۔ تو فرشتے کہتے ہیں۔ اس کو اس کے عمل کی پوری جزا دی جانی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم گواہ ہو جاؤ۔ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ فرشتے پکار کر کہتے ہیں۔ اے نمازِ عید پڑھنے والو! اب تم گھر جاؤ۔ اس حال میں کہ تم سب بخش دیے گئے ہو۔ اور تمہارے اوپر اب کوئی گناہ نہیں ہے۔

حقیقی عید تو ان کی ہے جنہوں نے اللہ کے حکم کو مان کر ماہ رمضان کے روزے رکھے اور خدا کو راضی کرنیکے واسطے انہوں نے نہ کھایا اور نہ پیا۔ اور رات کو نمازِ تراویح میں قیام کیا۔ اور قرآن پاک کو سنا اور لیلۃ القدر کو پانے کے واسطے ساری رات جاگتے رہے۔ اور جن بے نصیبوں نے رمضان کا مہینہ پایا۔ اور پھر اس میں انہوں نے بغیر عذر کے کوئی روزہ نہیں رکھا ان کی عید کوئی عید نہیں ہے۔ لیکن رحمتِ خداوندی سے بعید نہیں ہے کہ جب وہ بھی عیدگاہ میں روزہ داروں کی طرح اپنے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کیواسطے آ گئے ہیں۔ ان کو بھی ان کا صدقہ بخش دے اور رحمتِ خداوندی سے وہ بھی محروم نہ رہیں۔ آہ کیا اچھا ہوتا کہ جس طرح آج وہ حقیقی عید منانے والوں کے ساتھ کھانے پینے اور لباس اور اظہارِ مسرت میں شریک ہیں۔ اس طرح وہ رمضان کے مہینے میں دن کو روزہ رکھنے اور رات کو قیام رمضان میں ان کے ساتھ ہوتے۔

اب ہم ذیل میں عید اور اس کے صدقہ کے متعلق چند ضروری مسایل درج کرتے ہیں:۔

صدقۂ فطر:۔ صدقۂ فطر صاحب نصاب پر واجب ہے۔ یعنی جن کے پاس ۵۲ تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو۔ یا کچھ سونا اور کچھ چاندی یا اس قیمت کا ... جو کھانے پینے ... موجود ہوں۔ اور جس کی

کی قیمت نصاب تک پہنچ جاتی ہے۔ اگرچہ ان چیزوں پر سال نہ گذرا ہو۔ ایسے شخص پر واجب ہے۔ کہ فی کس ایک سیر چودہ چھٹانک اچھی گندم صدقہ فطر ادا کرے آٹا بھی اسی مقدار سے دے سکتا ہے جو اور جو کا آٹا اگر دے گا۔ تو گندم سے دگنا دینا پڑے گا۔ یعنی پونے چار سیر بجائے غلہ کے قیمت دے دینا بہتر ہے۔ تاکہ حاجتمند حسب خواہش اس سے کچھ خرید سکیں۔ یہ صدقہ اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچوں کی سے اور اپنے غلاموں اور آج کل اپنی بیوی کی طرف سے بھی (کیوں کہ اس کے منافع خاوند کے ساتھ ملے جلے ہیں) نماز عید سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے بڑے بچے اپنا صدقہ خود ادا کریں، جس شخص نے استطاعت کے باوجود صدقہ ادا نہ کیا۔ وہ سخت وعید کا مستحق ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ ایسے شخص کی نہ نماز نہ روزے قبول ہوتے ہیں، بلکہ زمین اور آسمان کے مابین معلق رہتے ہیں۔ یہ صدقہ اولاً اپنے عزیز قرابتداروں کو اور پھر غریب پڑوسیوں کو پھر گلی کوچہ کے غریبوں کو پھر شہر کے غریبوں کو دیں، دینی درس گاہوں کے طلباء کو صدقہ دینا بہت بہتر ہے۔ کیونکہ ان کو اس سے علم دین پڑھنے پر مدد حاصل ہوگی۔ اور وہ اس سے دینیات کی کتابیں خریدیں گے:

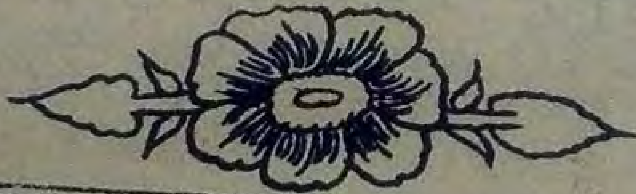
اگر ممکن ہو تو صدقہ فطر کی رقوم مدرسہ نقشبندیہ جماعت العلوم قصور کے طلباء کیواسطے بذریعہ منی آرڈر ترسیل کریں۔ اس مدرسہ کا افتتاح قبلۂ عالم امیر ملت قدس سرہ العزیز نے خود فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام آپکے نام کی نسبت سے جماعت العلوم رکھا گیا ہے:

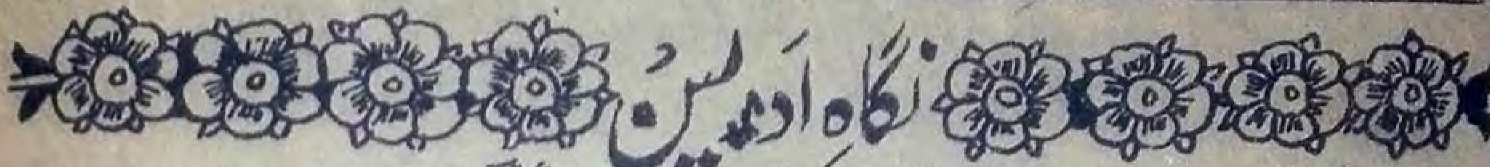
اگر کسی وجہ سے نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا نہیں ہو سکا تو نماز عید کے بعد دیدے ورنہ سخت گنہگار ہوگا:

نمازِ عید: دو رکعت نماز ہر مسلم مقیم مرد بالغ غیر معذور پر واجب ہے، اس کے وجوب کی وہی شرائط ہیں، جو جمعہ کے واسطے ہیں۔ سوائے خطبہ کے کیونکہ اس میں نماز کے بعد خطبہ پڑھنا سنت ہے، واجب نہیں، اور اس کا وقت سورج کے ایک دو نیزہ اونچا ہونے سے لیکر اس کے ڈھلنے تک ہے۔ عید الفطر کی نماز کو ذرا دیر کرکے اور عید الضحیٰ کی نماز کو ذرا جلدی پڑھنا مستحب ہے، جب عید گاہ کو جائیں۔ تو عید الفطر میں آہستہ آہستہ تکبیر پڑھتے جائیں، اور جب واپس آئیں تو راستہ بدل کر آئیں اور عید الضحیٰ میں اونچی آواز سے تکبیر کہتے جائیں عید گاہ میں نماز کے قبل یا بعد کوئی نفل نماز پڑھنی جائز نہیں ہے اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ عید کی نماز کی مع چھ تکبیرات زوائد کے پیچھے اس امام کے نیت کرکے تکبیر تحریمہ کہے اور ناف کے نیچے اپنے ہاتھ باندھے اور ثنا پڑھ کر امام کے ساتھ تین دفعہ تین تکبیریں کہے اور ہر دفعہ اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھائے۔ دو دفعہ اپنے ہاتھوں کو کھلا چھوڑے اور تیسری تکبیر کے بعد اپنے ہاتھوں کو بدستور باندھے۔ اور امام کی قرأت سنے۔ دوسری رکعت میں قرأت کے بعد اسی طرح تین تکبیریں کہے۔ اور تینوں دفعہ ہاتھ کھلے رکھے، اور چوتھی تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں جائے:

پھر سلام کے بعد بیٹھ کر خطبہ سنے آواز نہ بھی پہنچے تو خاموش ہو کر بیٹھا رہے گویا سن رہا ہے

(عید کے دن اسراف لہو و لعب بیہودگیوں سے بچے، سینما تھیٹروں میں اپنا وقت گذار کر یوم عید کی روحانیت کو تباہ و برباد نہ کریں)





نگاہِ اویسین

(حضرت مولٰنا مولوی غلام رسول صاحب گوہر)

آہ حضرت مولینا الحاج مولوی محمد امام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایڈیٹر رسالہ انوار الصوفیہ طویل علالت کے بعد کئی ایک روحانی اور ذہنی صدمات و ضربات سے چور ہو کر ایسے جہان کی طرف چلے گئے ہیں۔ جہاں مقبولانِ الٰہی کو کوئی خوف اور کوئی غم نہیں ہوتا اور ہمیشہ کے لیے مصائب و آلام سے رستگاری اور تمام پریشانیوں سے نجات پا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولینا مرحوم کے مرقد مبارک کو انوار سے پرانوار کرے آمین ؛

رسالہ **انوار الصوفیہ** حضرت امیرِ ملت قبلہ و کعبہ سرکارِ علی پوری کا خود اپنا لگایا ہوا باغ ہے۔ آپ اپنے ہاتھوں سے اس کی آبیاری فرماتے رہے۔ اور اپنے غلاموں کو بھی ارشاد فرماتے رہے کہ یہ باغ ہمیشہ سرسبز اور پھلتا پھولتا رہے۔ اور اس کی خوشبو اور مہک سے اپنی روحوں اور اپنے دلوں کو مطیب و معطر کرو۔ انوار الصوفیہ کا معنی اصوفیاءِ کرام کی روشنیاں ہے یہ نام بھی آپ نے ہی رکھا تھا۔ آپ ہر ماہ اس رسالہ کا مطالعہ کرتے اور اپنی عمر کے آخری دور میں جبکہ آپ کی بصارت بصیرت پر قربان ہو چکی تھی۔ کسی سے پڑھوا کر سنتے تھے۔ اور بہت خوش ہوتے تھے۔ آپ کو اس مقدس و مبارک ماہنامہ سے غیر معمولی اور والہانہ محبت تھی ؛

اس واسطے اس کی اشاعت کو بڑھانا آپ کے ہر غلام اور عقیدتمند کا فرض ہے۔ اس کی موجودہ اشاعت اتنی قلیل ہے۔ کہ اس کا یہاں ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ افسوس کا مقام ہے۔ حضرتِ والا کے غلام اور عقیدتمند اتنے ہوں کہ ان کا شمار نہ ہو سکے۔ اور آپ کا ماہنامہ اس کس مپرسی اور غربت کی حالت میں ہو۔ مرید تو اس چیز پر گھر بار لٹا دیتا ہے۔ جان قربان کر دیتا ہے۔ جس کی کوئی نسبت اپنے پیر کی طرف ہو۔ مجنوں نے لیلیٰ کی محبت میں ایک کتے کے پاؤں چوم لیے تھے۔ اس لیے کہ وہ لیلیٰ کی گلی کا کتا ہے۔ خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے پھٹے پرانے جوتے (نعلین مبارک) دولت کا ڈھیر دیکر خرید لیے تھے۔ اور پھر کہا تھا۔ کہ عجب ارزاں خریدم۔ کہ میں نے کونین کی یہ دولت عجب سستی خریدی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہوئے کہا تھا۔ کہ اے پتھر میں جانتا ہوں کہ تو نہ کسی کو نفع دیتا ہے۔ اور نہ ضرر۔ لیکن میں تمہیں اس لیے چومتا ہوں کہ میرے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسہ دیا ہے۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جن سے یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ عشاق کو جہاں اور جس چیز میں محبوب کی کوئی نسبت یا کوئی جھلک نظر آئی۔ وہیں انہوں نے اپنا سر جھکا دیا۔ اور اس کے غلام بے درم ہو گئے۔ اور تن من دھن اس پر قربان کر دیا ؛

اس لیے کہ وہ عاشقِ کامل اور مرید صادق تھے جنہوں نے اپنے معشوق یا اپنے پیر کی محبت میں ہر چیز کو فدا کر دیا تھا۔

اور **آج** ایک ہم ہیں کہ رسالہ انوار الصوفیہ کی خریداری میں اپنے نفوس میں زبردست ہچکچاہٹ اور روک محسوس کرتے ہیں۔ سال کے بعد اپنے پیر کے لگائے ہوئے گلشنِ طریقت اور روشن کیے ہوئے انوار الصوفیہ کو قایم و دایم رکھنے کیلئے پانچ روپے کی قربانی ہم پر بے حد گراں ہے ؛

دیگر فرقوں اور مذاہب باطلہ کے رسائل تندت سے چھپ رہے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی اشاعت کئی ہزاروں تک ہے چاہیئے تو یہ تھا - کہ ہمارے رسالے بھی ان کے مقابلے میں برابر چھپتے اور ان سب کی اشاعت ہزاروں سے متجاوز ہوتی

یہ حال یہ ہے . . . . . . اب خود ہی کہو اور انصاف سے کہو کہ پیر کی محبت اور اہل سنت والجماعت میں سے ہونے کا یہی انتظار ہے ہرگز نہیں - آج یہ شعور رہے کہ وہابیت بڑھتی جارہی ہے - دیوبندیت ہر جگہ پاؤں پسار رہی ہے اسکی وجہ تمہاری اپنی غفلت اور کمزوری ہے اور تمہارے نظم و نسق کا اختلال ہے اور بس تمہیں اپنا روپیہ محبوب ہے اور انہیں اپنے مذہب و دین کے سوا کوئی چیز بھی محبوب نہیں ہے

آج ہر شخص کا فرض ہے - کہ وہ باطل کو اڑانے کے واسطے اس کے سامنے سینہ سپر ہو جائے - اور جس طریقہ سے بھی حق کے آفتاب کو اس پُر فتن دور میں جگمگایا جاسکتا ہے - اس کے جگمگانے میں توقف نہ کرے

حلقہ ذکر کی محفلیں عموماً ہر شہر میں قائم ہیں - اور ان کی اطلاعات انوار الصوفیہ میں شائع ہوتی رہتی ہیں - اس قسم کے اجتماعات اگر انجمن خدام الصوفیہ کے پروگرام اور مقاصد میں معاون ثابت نہیں ہوتیں - اور ان سے اپنے پیر کے طریقہ کو رواج دینے میں کوئی بھی مدد نہیں ملتی - تو پھر یہ اجتماعات محض ایک صورت ہے جو حقیقت سے خالی ہے - ہر جگہ اور ہر شہر میں حلقہ ذکر اور ختم شریف خواجگان رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم سے فارغ ہو کر امیر حلقہ کو چاہیئے کہ سب یاروں کو رسالہ انوار الصوفیہ کی خریداری کی تلقین کرے - اور جن کا سالانہ چندہ ختم ہو گیا ہے - ان سے آئندہ سال کا چندہ وصول کر کے دفتر میں بھیجے اور ہر پیر بھائی کو رسالہ کی امداد کے واسطے سالانہ چندہ پانچ روپے دینے کی ترغیب دے - اور یہ کام ہر جگہ کے امیر حلقہ یا خلیفہ کے حوالہ ہونا چاہیئے

حلقہ ذکر میں آبادی کے اعتبار سے بہت کم یاران طریقت حصہ لیتے ہیں - امیر حلقہ کا فرض ہے - کہ وہ اپنے شہر کے ہر پیر بھائی کی حاضری لے - اور جملہ یارانِ طریقت کو محفل حلقہ ذکر میں کسی شدید مجبوری کے بغیر غیر حاضر ہونے سے منع کرے حلقہ ذکر کے بعد ایک نعت اور اس کے بعد ایک مختصر سی تقریر جس میں اپنی انجمن کے فروغ کے اسباب و تدابیر پر تبصرہ ہو - کی جائے اور پھر کوئی شخص اہل محفل میں سے جس کو شجرہ زبانی یاد ہو با آواز بلند ہاتھ اُٹھا کر پڑھے اور سارے خاموش ہو کر پوری توجہ سے سنیں - اور پھر بند کر کے ختم ہونے پر بیک آواز آمین کہیں - بعد ازاں تبرک شیرینی تقسیم کریں - امیر حلقہ کا یہ بھی فرض ہے کہ جملہ یاروں کو نماز پنجگانہ پڑھنے کی تعلیم دے اور حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے نقشِ قدم پر چلنے کی تاکید کرے - اور جب رسالہ انوار الصوفیہ آئے تو علی پور شریف کی اخبار اور کوئی مضمون پڑھ کر سناتے -

غوث زماں :- حضرت امیر ملت سرکار علی پوری قدس سرہ العزیز کے مزار پر انوار زیر تعمیر ہے - یہ مزار قطب عالم غوث زماں کا مزار ہے اس کی زیارت کیواسطے قیامت کے دن تک ہزاروں کی تعداد میں دور دراز سے لوگ آیا کرینگے - اور اپنی آنکھوں کو نور سے معمور اور ان کو مسرت سے مسرور کیا کریں گے - اور فیوضات روحانیہ سے مالا مال ہوا کریں گے - اس لئے آپ کی شان غوثیت اور زائرین و عقیدتمندوں کی آمد و رفت کے پیش نظر آپ کے روضہ اقدس کی تعمیر کا مسئلہ نہایت اہم اور بہت ضروری مسئلہ ہے - اسلئے ہر علاقہ اور ہر شہر اور گاؤں کے پیر بھائی کو جنکو آپ سے والہانہ محبت ہے - اپنے شوق اور محبت کے اندازہ کیمطابق اپنی حلال اور نیک کمائی سے روضہ کی تعمیر پر خرچ کرنا ہوگا

عرس شریف کے موقعہ پر ہمارے محترم و مکرم مولانا الحاج جناب خواجہ محمد کرم الہی صاحب (ملک صاحب) جنرل سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ

(پاک و ہند) نے یاران طریقت کو روضہ اقدس کی تعمیر کی طرف توجہ دلائی تھی۔ امید ہے۔ اس کے متعلق انجمن کی طرف سے کوئی معقول اور مفید پروگرام مرتب کر کے جملہ یاران طریقت کو اس سے آگاہ کیا جاویگا۔ اور پھر اس کے مطابق عمل کرنا ہر شخص کا فرض ہوگا۔

میں نے (غلام رسول گوہر) دعاء کے موضوع پر ایک کتابچہ بیالیس صفحے کا لکھا ہے۔ اس میں دعاء اور اس کی اجابت کی حقیقت اور اس کے مانگنے کے آداب اور اس کی صحت کے شرائط اور درود شریف پڑھنے کے فضائل اور آنحضرت صلعم کی زیارت کیواسطے درود شریف پڑھنے کا خاص طریقہ اور عمل اور بعض ضروری تعویذات درج ہیں۔ آپ لفافہ میں صرف سات آنہ کے ٹکٹ بھیجکر دفتر انوار الصوفیہ سے منگوائیں۔

کرامت اعلیحضرت امیر ملت سرکار علیپوری نور اللہ مرقدہ

(مکتوب گرامی جناب مولانا الحاج صاحبزادہ سید حیدر حسین صاحب علیپوری)

محترمی سید جعفر شاہ مکی ایک نہایت ہی نیک دل بزرگ ہیں۔ سرکار علی پوری کی غلامی میں داخل ہیں۔ کئی سال آستانہ عالیہ میں اور سیالکوٹ میں اقامت گزین رہے۔ مکہ مکرمہ میں حجاج کی بطور نائب معلم کے خدمت کرتے ہیں ۱۹۴۹ء میں سرکار علی پوری نور اللہ مرقدہ العزیز نے مدینہ شریف سے جناب حافظ حاجی قاری شہاب الدین صاحب کو حاجی مولوی امام الدین صاحب کے پاس جدہ میں روانہ فرما کر حکم فرمایا۔ کہ وہ اپنی فقیر اعلیحضرت عبد المحسن اور اس کے وکیل کے پاس جدہ میں اقامت نہ کرینگے۔ اور سید جعفر شاہ کے وکیل ملک بخش کے پاس ٹھیرینگے دوسرے دن جعفر شاہ صاحب بھی آگئے۔ اور سرکار علی پوری کا ہوائی اڈہ پر استقبال کیا۔ اور ملک بخش صاحب کے مکان پر حضور نے تشریف ارزانی فرمائی۔ سید صاحب ملک بخش نے باوجود حضرت صاحب کے اصرار کے کچھ ہدیہ نہ لیا اور دعا کی التجا کی حضور نے سید جعفر شاہ صاحب کیلئے دعا فرمائی کہ سید صاحب تو اب اپنے معلم ہیں۔ آئندہ جو یار طریقت حج کو آئیں ان کے پاس ٹھیریں۔ امسال موسم سرما میں پیر سید حیدر حسین صاحب علیپوری و خان بہادر سید صدیق حسن صاحب حجاز تشریف لیگئے اور ملک الحجاز کے مہمان رہے سید صاحب کی سفارش پر جعفر شاہ صاحب کو معلمی کی فیس ملک الحجاز کے بادشاہ نے معاف کر کے ان کو کامل معلم حجاج بنا دیا۔ (ایڈیٹر)

از ایبٹ آباد۔ خواجہ ہوٹل
۲-۶-۵۲

مبارک باشد و باشد مبارک

ہم بھی دیتے ہیں صدق دل سے مبارکباد دی ؛ تم بھی دو دوستو خوش ہو کے مبارکباد دی

مجمع مکارم اخلاق مخلصم اشرف صاحب زاد محبتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ طالب خیریت بخیریت مزاج عالی مکلف ہوں کہ میں عرصہ تین ماہ کے بعد عرب و عراق کی زیارات سے مشرف ہو کر بخیر و عافیت علیپور شریف دربار میں حاضر ہو گیا تھا۔ اب میں چند یوم سے یہاں پر رمضان شریف بسر کرنے کے لئے آیا ہوا ہوں۔ آپکو کروڑ کروڑ مبارک ہو کہ پیر سید جعفر شاہ صاحب اعلیحضرت علیپوری کی جوتیوں کی طفیل ۱۶ اپریل سے نائب معلم کی بجائے معلم بن گیا ہوا ہے ابن سعود بادشاہ نے خود اسکی درخواست معلمی کی اپنے دستخطوں سے منظور کی ہے۔ امید ہے کہ آپکو بھی سید صاحب نے اطلاع دیدی ہوگی۔ اگر آپکو اطلاع نہیں دی ہے۔ تو میں تحریر کرتا ہوں کہ سید صدیق حسن رضوی انبالوی پولیٹیکل ایجنٹ جو کہ آپ کا کلاس فیلو بھی لاہور کالج میں رہا ہے۔ کی وساطت سے یہ ہوا ہے۔ اور اب میری طرف سے رسالہ میں مضمون شائع کر کے کہ تمام حجاج عموماً اور سرکار کے غلام خصوصاً سید صاحب کے حجاج بنیں۔ اور میں آپ کے خط کا یہاں پر انتظار کر کے پھر کیمبل جاؤنگا۔

سید حیدر حسین علیپوری معرفت خواجہ ہوٹل ایبٹ آباد مورخہ یکم جون ۱۹۵۲ء

ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے

از حافظ محمد اسمٰعیل صاحب و متعلم محمد اسلم جماعت ہشتم موضع کمال پور ضلع شیخوپورہ

عقلمندوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اس بات پر غور کریں۔ کہ ہمیں اللہ تبارک تعالےٰ نے اس دنیا میں کس لئے بھیجا ہے۔ جو لوگ اس بات پر غور و خوض نہیں کرتے اور اسکی زندگی کی حقیقت و اصلیت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ یقیناً اپنی موجودہ روش کو نہیں بدل سکتے۔ اس لئے اہل شعور کو چاہیئے کہ وہ اس بات پر غور کریں۔ کہ ہم دنیا میں کس لئے آئے ہیں۔

میرے محترم! میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ دنیا میں اس لئے آئے ہیں کہ فسق و فجور کریں۔ کیا آپ دنیا میں اس لئے آئے ہیں۔ کہ لوگوں پر جبر و تشدد کریں۔ کیا آپ دنیا میں اس لئے آئے ہیں۔ کہ اپنی طاقت کو ناجائز استعمال کرکے غریبوں کی حق تلفی کریں۔ کیا آپ دنیا میں اس لئے آئے ہیں۔ کہ کسب حرام سے مال جمع کرکے پر تکلف مکانات بنائیں۔ کیا آپ دنیا میں اس لئے آئے ہیں۔ کہ رشوت اور سود کے ذریعے روپیہ حاصل کرکے وسیع جائیداد خریدیں۔ کیا آپ دنیا میں اس لئے آئے ہیں کہ مال تجارت میں جھوٹی قسم کھا کر ناقص چیزوں کو اچھی چیزوں کی قیمت پر فروخت کریں۔ اور خریداروں کو دھوکہ دیں۔ کوئی منصف مزاج شخص اسے پسند نہیں کر سکتا۔ کیا آپ دنیا میں اس لئے آئے ہیں۔ کہ جھوٹ بول کر یا کم تول کر لوگوں سے حق سے زیادہ منافع حاصل کریں۔

دوستو! خدا کے قہر سے ڈرو اور اپنے اعمال و کردار کی اصلاح کرکے متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔ یوم جزا پر پورا یقین رکھو۔ خداوند کریم کو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر جانو! اس بات کا ہر وقت خیال رکھو۔ کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں اس کا بدلہ قیامت کے روز ضرور ملیگا۔ کیا آپ دنیا میں اسلئے آئے ہیں کہ اس مربی عظیم کی دی ہوئی دولت و حشمت کو لہو و لعب میں صرف کریں۔ اور کفران نعمت کرکے عذاب جہنم کے مستحق بنیں۔ کیا آپ دنیا میں اس لئے آئے ہیں۔ کہ اپنی کتاب زندگی کے اوراق کو سیاہ کرلیں۔ اور بدکرداریوں سے پر کرکے محشر میں ذلیل و خوار ہوں۔ کیا آپ دنیا میں اس لئے آئے ہیں کہ اسوۂ حسنہ سے انحراف و اجتناب کرکے اس قوم کی پیروی کریں۔ جن پر اللہ کا عذاب ہے۔ یاد رکھو! اگر آپنے ایسا کیا تو قیامت کے دن انہیں کے ساتھ اٹھوگے حضرت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ من تشبہ بقوم فہو منہم۔ کیا آپ چاہتے ہیں۔ کہ محشر میں ہمارا حساب کتاب اہل ہنود کے ساتھ ہو۔ اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہو۔ تو پھر اگر آپ یہ تمام مندرجہ بالا باتیں نہیں چاہتے۔ تو شکل و مشابہت میں وضع و قطع میں گفتار اور کردار میں عیسائیوں کا اتباع کیوں کرتے ہو۔ میں اس بات سے متحیر ہوں کہ آج کل کے نوجوانوں کا عجیب اسلام ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت سے نفرت۔ اور ان کے فیشن سے محبت رکھتے ہیں۔ جو لوگ مغربی تہذیب و تمدن کے دلدادہ ہیں۔ ان کی تقلید کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ اور پھر یہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارا مذہب ظاہری شکل و مشابہت کا محتاج نہیں۔ اسلام کا تعلق دل سے ہے۔ نہ کہ وضع اور لباس سے میں ان کو متنبہ کرتا ہوں کہ ہمارے مذہب نے ظاہری و باطنی تمام امور کی اصلاح کی ہے دنیا کے تمام قومی لیڈروں نے اپنی قوم کی شناخت کیلئے ایک خاص نشان مقرر کیا ہے جسے دیکھ کر ہر آدمی

باسانی معلوم کر سکے کہ یہ آدمی فلاں جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر یہ بات ناممکن تھی۔ کہ اسلام جو عالمگیر مذہب ہے اپنے پیروؤں کیلئے کوئی خاص امتیازی نشان کی ہدایت نہ کرتا۔ اسی وجہ سے ہادی اسلام نے مسلمانوں کو باقی لوگوں سے الگ ہونے کو فرمایا۔ کہ داڑھی بڑھاؤ۔ اور لبوں کو کٹواؤ۔ جس کو نئے تعلیم یافتہ آج کل سائیں بورڈھی کہتے ہیں۔ جو شخص اس سنت پر عمل کرے اس کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔

میرے محترم بزرگو! یہ کس قدر شدید غلطی ہے۔ دوسری شناخت جو کہ قرآن پاک نے بیان کی کہ بار ہا سجدہ کرنے سے انکی پیشانیوں پر محراب پڑے ہیں یہ دو شناختیں ظاہر تھیں۔ لیکن آجکل کے مسلمان ان دونوں سے محروم ہیں۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ ۱۹۴۷ء کے قتل و غارت میں جس آدمی کے متعلق یہ شبہ ہوتا کہ یہ مسلمان ہے یا کہ نہیں تو اُسے اپنے مذہب کا ثبوت اپنی چادر اُتار کر دینا پڑتا تھا مگر ہمیں ہمارا مذہب ایسا نہیں سکھاتا جس کا ثبوت برہنہ ہو کر دینا پڑے یہ اسکی عدول حکمی کا نتیجہ ہے۔ کہ ذلیل و خوار ہوئے۔ دوستو! اللہ کے عذاب سے ڈرو۔ اور اپنے اعمال کی نگہداشت کرو۔

بزرگوار من! میں آپکو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے۔ اللہ نے آپکو اس دنیا میں اپنی عبادت کیلئے بھیجا ہے۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں۔ دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھیں ؎

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند ⁂ کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چوں عضوی بدرد آورد روزگار ⁂ دگر عضوہا را نماند قرار! (سعدیؒ)

بجز اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور اپنی ضروریات زندگی کے لئے کسی غیر کے آگے نہ جھکیں۔ رنج و راحت کے وقت اسی کو پکاریں! اللہ کے سوا کسی کو مشکل کشا نہ سمجھیں اور اپنے ہر کام میں اس کو مددگار سمجھیں۔ باطل معبودوں سے اجتناب و انحراف کر کے معبود حقیقی کی طرف رجوع کریں۔ اور اپنے والدین کے ساتھ احسان کریں۔ جہاں تک ہو سکے ان کی قدر و منزلت کریں۔ ان کے ہر کام کا احترام کریں ان سے گستاخی و بے ادبی سے باز رہیں والدین کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں اور خویش و اقارب کیساتھ احسان کریں یتیموں و محتاجوں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئیں۔ اور اُن کی دستگیری کریں۔ ان لوگوں کی خدمت کے لئے ہمیشہ کمر بستہ رہیں۔ جن کا خدا کے سوا کوئی سہارا نہیں۔ مجاہدانہ زندگی بسر کریں۔ موت کو زندگی پر ترجیح دیں۔ بزدلی کی موت نہ مریں۔ میدان کارزار میں حریفانِ اسلام کو پشت نہ دکھائیں۔ اور شہادت کی موت کو ہمیشہ بہتر سمجھیں اور اس کی ہمیشہ خواہش و آرزو رکھیں۔ کلمۃ الحق کی آواز کو لوگوں تک پہنچا دیں۔ اور تثلیث کے پیروؤں کو خدا کی وحدہ نیت کا پیغام دیں۔ بت پرستوں کو تاجدار مدینہ حضور سرور صلعم کے آستانے پر حاضر ہونے کی دعوت دیں۔ اور اپنے قوت بازو سے فسق و فجور اور ظلم و ستم کو دنیا سے مٹا دیں۔ اسلام کے حریفوں کو ان کے اعمال کی سزا دیں۔ اور اپنی زندگیاں اسلام کیلئے وقف کر دیں ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی ⁂ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

سبق پھر پڑھ شجاعت کا صداقت کا عبادت کا!
لیا جائیگا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

خط و کتابت بنام مہر عبدالحق صاحب منیجر رسالہ انوار الصوفیہ معرفت حاجی محمد کرم الٰہی صاحب جنرل سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ سیالکوٹ جوابی کارڈ آنے چاہئیں۔

زریں اقوال خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

(از خواجہ محمد کرم الٰہی صاحب ایڈووکیٹ سیالکوٹ)

فرمایا۔ دنیا پانچ قسم کے لوگوں سے آباد اور دلشاد رہ سکتی ہے۔ اوّل علماء یہ لوگ انبیاء کے وارث ہیں۔ دوم زہاد یہ لوگ معرفت خدا کی راہ بتانے والے ہیں۔ سوم غازی مردان دلیر خدا کی برہنہ تلواریں ہیں۔ راہ حق میں جان دے کر ابدی زندگی حاصل کرنے والے۔ چہارم تجار (یہ لوگ حقیقتاً خداوند تعالےٰ کی طرف سے دولت و معیشت کے فروخت اور تبادلہ کے لئے امین ہوتے ہیں) پنجم حکمران یہ مانند ریوڑ کے چرواہا ہے۔ خلق کے چرواہے اور رکھوالے ہیں۔ پھر ان کی تشریح اسطرح بیان فرمائی

۱۔ کہ جب علماء طمع نفسانی کے تابع ہو کر دنیا کا مال جمع کریں۔ تو ان لوگوں میں اقتدا کی جائے ؎

ترک دنیا بہ خلق آموزند :: خویشتن سیم و غلہ اندوزند

دوم زاہد خود راہ سے بھٹک جائیں اور اسوۂ حسنہ رسول علیہ السلام کی پیروی نہ کریں تو راہ ہدایت اور نجات کون دکھائے۔ سوم اگر غازی مردان میدان جنگ سے جی چرائیں۔ تو دشمن پر فتح کیسے حاصل ہو۔ چہارم جب تاجران اور سوداگران خائن ہو جائیں تو امین کون کہلائے۔ پنجم جب حکمران ہی خونخوار بھیڑیئے کی طرح منہ کھولے رہتا ہے۔ تو خلق کی حفاظت کون کرے۔ ہلاک کیا دنیا اور اہل دنیا کو ان پانچ: طامع عالموں۔ راغب زاہدوں۔ ریاکار غازیوں۔ خائن تاجروں اور ظالم بادشاہوں نے ؎

جب مسیحا دشمن جاں ہو تو کب ہو زندگی :: کون رہ بتلا سکے جب خضر بہکانے لگے

۲۔ فرمایا۔ کتے میں دس خصلتیں ایسی ہیں۔ جو انسان میں کمیاب ہیں۔ اسلئے کتا ایسے انسان سے جس میں خصلتیں نہیں بہتر ہے۔ (۱) وہ بھوکا رہتا ہے۔ جو صالحین کے آداب کی علامت ہے۔ (۲) کتے کا کوئی مکان نہیں جو متوکلین کی علامت ہے۔ (۳) وہ رات کو کم سوتا ہے۔ جو شب زندہ دار اور محبین کی علامت ہے (۴) وہ کوئی میراث نہیں چھوڑتا۔ جو زاہدین کی صفت ہے (۵) وہ اپنے مالک سے کبھی بے وفائی نہیں کرتا۔ خواہ وہ کتنا ہی خفا کیوں نہ ہو اور اسے پیٹے بھی۔ یہ علامت صادق مریدوں کی ہے (۶) وہ سب سے الگ ادنیٰ جگہ پر بیٹھتا ہے۔ یہ علامت متواضعین کی علامت ہے (۷) جب اس کی جگہ چھن جاتی ہے۔ تو وہ دوسری جگہ جا بیٹھتا ہے۔ یہ علامت راضیین کی ہے (۸) اس کو مارنے یا خفا ہونے کے بعد جب کبھی ٹکڑا ڈال دیں یا پیار سے بلالیں۔ تو وہ جھٹ دم ہلاتا ہوا چلا آتا ہے۔ مار اور ناراضگی کا کوئی خیال نہیں کرتا۔ یہ خاشعین کی نشانی ہے (۹) جب اس کا مالک کھانا کھانے بیٹھتا ہے۔ تو وہ دور بیٹھا دیکھا کرتا ہے۔ یہ علامت سالکین کی ہے۔ (۱۰) جب کسی جگہ کو چھوڑ جاتا ہے۔ تو پھر کبھی بھی اس کا خیال نہیں کرتا۔ یہ علامت مجردین کی ہے

(۳) فرمایا۔ میں آپ کو تین چیزوں کی ممانعت کرتا ہوں۔ ۱۔ بادشاہوں سے زیادہ اختلاط نہ کرنا۔ کہ اس کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ اور ان کی شفقت اور عنایت پر بھروسہ نہ کرنا۔ کہ ان کی آنکھ بدلتے دیر نہیں لگتی۔ (۲) کسی نا محرم عورت کے

پاس خلوت میں نہ بیٹھنا۔ خواہ وُہ اپنے زمانہ کی رابعہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور اسے درس قرآن ہی نہ دیتا ہو۔ مضامیر سے پرہیز کرنا خواہ تو مردانِ خدا ہی سے کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ان سے دل قابو میں نہیں رہتا۔ اور انسان ڈگمگا جاتا ہے۔

۴۔ فرمایا ایک اعرابی کے دریافت کرنے پر کہ اے اعرابی میرا زہد بوجہ رغبت کے اور میرا صبر بوجہ بے صبری کے ہے۔ اعرابی کے عرض کیا حضرت! میں نے آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔ فرمایا۔ صبر میرا بوجہ آتش دوزخ کے خوف سے ہے جو عین بے صبری ہے۔ اور زہد میرا بوجہ رغبت عاقبت کے ہے۔ کہ وہاں کچھ حصول ہو جائے۔ صبر و زہد وہ ہے جو صرف اللہ کی ذات کے لئے ہو۔ اور جس میں اپنے نفع نقصان کا کوئی خیال نہ ہو۔



رُوئیداد سفر قبلہ سید حافظ الحاج صاحبزادہ نذر حسین شاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی

و رُوئیداد حلقہ ذکر کوہاٹ

مخدوم و مکرم قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی ۱۴ر مارچ کو دربار شریف سے عازم دربار شریف چورہ شریف روانہ ہُوئے۔ راولپنڈی ایک رات قیام فرمایا۔ اور دربار شریف چورہ شریف میں عرس شریف حضرت باباجی صاحب فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ میں شریک ہُوئے۔ دورانِ قیام فرما ہو کر یارانِ تازہ کی استدعا پر ایک رات کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ اور ۲۰ر مارچ کو کوہاٹ تشریف لائے۔ یاران طریقت کوہاٹ حسب معمول کثیر تعداد میں پھولوں کے ہار لئے سٹیشن پر استقبال کے لئے موجود تھے۔ گاڑی آنے پر سب یاران نے حضور کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور ایک جلوس کی شکل میں تانگوں کی قطاروں میں بابو غلام حسین صاحب کے مکان پر تشریف فرما ہُوئے۔ مولانا الحاج مولوی محمد عالم صاحب بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ حضور نے تین دن کوہاٹ میں قیام فرمایا۔ یاران طریقت فیض یاب ہوئے اور خدمت میں حاضر رہے۔ نعت خوانی اور ذکر کے سبب سے قلوب تازہ ہو گئے۔ میں ان یاران طریقت کے لئے ایک بیش بہا نعمت تھے۔ ۲۴ر مارچ کی صبح کو حضور قبلہ مدظلہ بہ سواری موٹر ٹرک پھر عازم چورہ شریف ہوئے تاکہ حضرت باباجی صاحب نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کے عرس شریف میں شامل ہو سکیں۔ اور یاران طریقت یہ کہتے ہوئے رہ گئے ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد ؛ روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

جہاں ہفتہ عشرہ قیام سے بھی پیاس نہیں بجھا کرتی تھی۔ وہاں تین روز سے کیا ہو سکتا تھا۔ بہرحال یار زندہ صحبت باقی۔ ۲۳ر مارچ یکشنبہ کو حضور قبلہ مدظلہ العالی نے حلقہ ذکر کرایا۔ حافظ محمد مبین صاحب نے تلاوت قرآن مجید کی راقم نے ملفوظات طیبات سے چند صفحات سنائے۔ سکندر خاں صاحب نے نعت خوانی کی حلقہ ذکر ہُوا۔ عرفان الٰہی کی بارش ہو رہی تھی۔ حاضرین مندرجہ ذیل تھے۔ (۳۳) کوہاٹ میں حسب دستور ہفتہ میں دو بار حلقہ ذکر کی محفل گرم ہوتی ہے یا ختم خواجگان اور نعت خوانی حلقہ ہوتا ہے۔ شاملین کی تعداد ۲۵۔۳۰ ہوتی رہی۔

۲۷ ر مارچ برمکان پیر سعید شاہ صاحب
۳۰ ر مارچ برمکان بابو غلام حسین صاحب
۲ ر اپریل برمکان جناب پیر سعید شاہ صاحب
۶ ر اپریل برمکان بابو غلام حسین صاحب
۱۳ ر اپریل برمکان بابو غلام حسین صاحب
۱۷ ر اپریل برمکان پیر سعید شاہ صاحب
۲۰ ر اپریل برمکان بابو غلام حسین صاحب
۲۴ ر اپریل برمکان پیر سعید شاہ صاحب
۲۷ ر اپریل برمکان بابو غلام حسین صاحب
یکم مئی برمکان پیر سعید شاہ صاحب

سیالکوٹ شہر:۔ مسجد دو دروازہ میں حلقہ ذکر کی مجلس ہر پیر کے دن بعد از نماز مغرب منعقد ہوتی ہے۔ یاران شہر اس میں شامل ہیں۔ مولا کریم زیادہ توفیق عطا کرے۔

یاران پشاور اور کوہاٹ نے اپنے حلقہ ذکر مجلس میں حضرت مولٰنا مولوی محمد امام الدین صاحب مرحوم کے لئے قرآن کریم ختم کر کے دعاء مغفرت فرمائے۔

کوہاٹ میں ہر ہفتہ میں دو بار یاران طریقت حلقہ ذکر کی محافل منعقد کرتے ہیں۔ ایک بار بابو غلام حسین کے مکان پر اور ایک دن پیر حاجی سعید شاہ صاحب کے۔

سال ۱۹۲۶ء تا ۱۹۴۳ء تک کے سالقہ ممبران فی سال تین روپیہ پر اور ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۱ء کے فی سال ۴/۸ روپیہ فرمائیں۔ اور ناظرین رسالہ مدد کریں۔ کسی امر کی دریافت کے لئے جوابی کارڈ ارسال فرمادیں۔ ترسیل زر بنام میر عبدالحئی صاحب مینجر رسالہ ارسال فرمائی جائے۔ معرفت حاجی کرم الٰہی صاحب سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ سیالکوٹ (مینجر)

دو پیر بھائیوں کی ملاقات

عاشق ثابت قدم آں کس بود کز کوئے دوست رو نہ گرداند اگر شمشیر بادو بر سرش۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب صوفی صاحب وعلیکم السلام آیئے جناب مرزا صاحب بہت عرصہ کے بعد ملاقات نصیب ہوئی۔ آپ نے تو کبھی زیارت بھی نہیں کرائی۔

مرزا۔ صوفی صاحب کیا عرض کروں دنیا کے دھندوں سے فرصت نہیں ملتی۔ ورنہ کبھی کبھی خیال کرتا ہوں کہ یاران طریقت سے ملاقات کروں۔ مگر پرانے یار ہی کوئی نہیں۔

صوفی۔ مرزا صاحب آپ کو پرانے یار سے کیا۔ حضور انور اقدس اللہ سرہ العزیز کے فرمان کی تعمیل کو پورا کرنے کی کوشش کیا کرو۔ مگر یہ تو بتادیں۔ کہ آپ نے بیعت کب کی تھی۔

مرزا صوفی صاحب میں ایک دفعہ امرتسر گیا تھا۔ اس جگہ حضور انور ان دنوں میں تشریف فرما تھے۔ اور حضور انور کا نام مبارک سن کر میں بھی اس مکان میں گیا۔ جس جگہ حضور انور تشریف فرما تھے۔ سلام و نیاز کے بعد مجلس میں بیٹھ گیا

حضور انور کا پر تو پڑا۔ تو میں بھی حلقہ ارادت میں داخل ہوگیا۔ تقریباً ساٹھ یا سٹھ سال ہوگیا ہوگا۔ مگر بد قسمتی سے دربار شریف کی حاضری کا موقعہ کم ملا ہے

صوفی :۔ مرزا صاحب آپ نے بیعت کا مطلب بھی سمجھا ہے یا کہ نہ کیونکہ بیعت کر لی۔ تو آپ بیع یعنی فروخت ہوگئے۔ آپ فرمایا کرتے۔ کہ ہر ایک کام کی حد مقرر ہے۔ جیسا کہ زکوٰۃ۔ حج۔ رمضان وغیرہ سال بعد فرض اسی طرح شیخ طریقت کی خدمت اقدس میں سال کے اندر حاضر ہونا بھی فرض ہے مصرعہ۔ بردرِ پیرے ہر دمبہ صبح شام :۔ تا ترا حاصل شود مقصد تمام

مرزا :۔ صوفی صاحب۔ آپ نے جو کہا ٹھیک ہے۔ مگر ہمارے پیر بھائی فلاں فلاں جو ہیں وُہ ٹھیک نہیں۔ اور فلاں پیر بھائی بھی حلقہ میں آتا ہے۔ اس لئے مَیں حلقہ میں شامل نہیں ہوتا ہوں

صوفی :۔ مرزا صاحب فلاں پیر بھائی کے ساتھ آپ کا کیا مطلب۔ اگر وُہ نماز پڑھنے کیلئے مسجد جائے گا۔ تو کیا آپ اس کے لئے مسجد جانا یا نماز پڑھنی چھوڑ دیں گے۔ یا وُہ شخص حضور انور کی مجلس میں بیٹھا ہو۔ تو کیا آپ نہیں جائیں گے۔ یہ کدورت دل میں رکھنی مسلمان اور سالک کے لئے ناجائز ہے

مرزا :۔ صوفی صاحب یہ بات تو آپ نے ٹھیک بتائی ہے۔ آئندہ کوشش کیا کروں گا۔ مگر آپ حضور انور کے صاحبزادگان کے حالات کچھ بیان کریں

صوفی :۔ مرزا صاحب کیا آپ نے یہ مثال نہیں سُنی کہ شیر دل کی اولاد بھی شیر ہوتی ہے۔ بڑے صاحبزادہ صاحب تو بڑے باکمال اور بزرگ ہیں۔ جو کہ اب سجادہ نشین ہوئے ہیں۔ سُنیئے مرزا صاحب ایک دفعہ میں حضور انور کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آیا۔ اس نے عرض کی کہ حضور انور آپ ایک تعویذ عنائت فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کہ مسجد نور کے ساتھ والے کوٹھے پر جاؤ۔ اس جگہ صاحبزادہ صاحب ہوں گے۔ ان سے تعویذ لے لو۔ اس جٹ نے کہا۔ ان سے تعویذ لے لیا ہے آپ تعویذ دے دلویں۔ آپ نے اپنے دونوں پاؤں سے مارا اور فرمایا کہ بے دین ان کو مجھ سے کم جانتا ہے نکل جاؤ۔ حضور انور ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ اور چھوٹے صاحبزادے صاحب نہائت محبت وخلوص والے تھے۔ ہر ایک یار طریقت کے ساتھ آزادانہ محبت اور نظر شفقت کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے۔ مگر ہماری بد قسمتی سے ابھی حادثہ ریل سے آپ شہید ہو کر ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ اور ان سے چھوٹے بڑے باکرامت اور شاہانہ طبعیت رکھتے ہیں۔ ہر وقت بڑے لشاش نظر آتے ہیں۔ اور پوتے پڑوتے بھی بڑے صبر وتحمل والے بزرگ ہیں

مرزا :۔ صوفی صاحب آپ نے تو میرے دِل مُردہ کو پھر زندہ کر دیا ہے

صوفی :۔ مرزا صاحب آپ تو بہت پرانے یار ہیں۔ کوئی حضور انور کی کرامات بھی سُناؤ

مرزا :۔ صوفی صاحب میں اپنی بیماری کا ایک واقعہ سناؤں۔ وُہ کرامت سے بھی زیادہ ہے۔ آج سے چالیس سال قبل کا واقعہ ہے کہ مجھے مرض جنبل کی مرض ہو گئی تھی۔ بہت ڈاکٹروں سے علاج کراتا رہا مگر آرام نہ آیا۔ اور مرض اتنا بڑھ گیا۔ کہ کان تک پہنچ گیا۔ اور کان سے پانی بہنے لگا۔ بڑی ہسپتال میں ایک انگریز ڈاکٹر تھا ان کے پاس گئے۔ اس نے کان دیکھا

اور کہا۔ کہ اس کا کان کاٹ دیا جاوے۔ ورنہ دماغ تک مرض پہنچ جائے گی۔ اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ ہم گھر واپس آگئے۔ اپنے بھائی سے صلاح مشورہ کیا۔ کہ اگر دربار شریف چلے جاویں۔ تو بہتر ہوگا۔ میں تین ماہ کی چھٹی لے کر بڑا بھائی دربار شریف چلے گئے۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک بھی قریب تھا۔ حضور انور نے فرمایا۔ کہ مرزا کتنی چھٹی لی ہے۔ میں نے عرض کی کہ تین ماہ فرمایا الحمد للہ علی ذالک سالانہ عرس مبارک کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ سالانہ عرس بخیریت تمام ہو گیا۔ تو میں نے اجازت طلب کی آپ نے فرمایا۔ کہ نہیں دو دن بعد پھر اجازت چاہی فرمایا کہ کیوں جلدی کرتے ہو۔ عرض کی کہ بدن سے تمام پانی بہتا ہے۔ اور دوائی کھانے کی جو تھی۔ وہ بھائی کے بکس میں تھی۔ وہ گیا۔ تو مجھے یاد نہ تھی۔ کہ دوائی نکال لیتے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر مرزا تم ٹھیک ہو جاؤ تو تب ہی جاؤ گے۔ میں نے عرض کی نہیں آپ نے تمام حاضرین مجلس کو فرمایا۔ کہ سب دعا کرو۔ آپ نے دعا فرمائی۔ وقت گذر گیا۔ رات گذری۔ علی الصبح اٹھ کر حسب معمول باہر گیا۔ پھر غسل کیا۔ اور نئی حویلی واپس آیا۔ تو اپنے بدن پر ایک دانہ بھی نہ پایا۔ میں حیران جیسا ہو گیا۔ دوبارہ تمام جسم کو دیکھا۔ چنبل کا نشان تک باقی نہ رہا۔ ایک لات بیس نو سال کا چنبل چلا گیا۔ اور میں آپ کی دعا برکت سے رو بصحت ہو گیا۔

صوفی۔ مرزا صاحب آپ نے تو وہ کرامات سنائی جس کے سننے سے عیسیٰ علیہ السلام یاد آگئے۔

مرزا۔ صوفی صاحب آپ حضور انور کے کلمات طیبات سناؤ۔ صوفی۔ مرزا صاحب آپ رسالہ انوار الصوفیہ منگا لیا کریں۔ تو سب حالات معلوم ہو جایا کریں گے۔ مرزا۔ صوفی صاحب آپ کچھ تو سنا دیں۔ جس سے میرے دل کو تسکین آ جاوے۔ صوفی۔ مرزا صاحب سنیئے ہمارے طریقہ کے رہنما سایہ حق برزمین فرزند حضرت سید المرسلین سراج الہدایت خواجہ ارجمند شہنشاہ مشکلشاہ نقشبندی بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے حالات میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن سر شام میرے دل میں اپنے پیر و مرشد خواجہ عالیجاہ آیت من آیات الیہ محبوب حضرت ایزد متعال سید السادات حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی قدمبوسی کا شوق غالب ہوا۔ بے تاب ہو کر گھر سے نکلا۔ اور در دولت کی طرف بے اختیار روانہ ہوا راستہ میں خواجہ خضر علیہ السلام ملے اور مجھے ایک محبت آمیز لہجہ میں پکارا کہ بہاؤ الدین کہاں جاتے ہو۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ میں نے توجہ نہ کی۔ اور اپنی رفتار کو بدستور جاری رکھا میں نے توجہ نہ کی۔ جب رات میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ میر کلال رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ بہاؤ الدین آج تمہیں خواجہ خضر علیہ السلام ملے۔ مگر آپ نے توجہ نہ کی۔ میں نے نہایت مؤدبانہ طریق سے عرض کی کہ یا حضرت جو حضور کا رخ پر نور دیکھ چکا ہو اس کو خواجہ خضر سے کیا کام سبحان اللہ یہ ہے۔ مرید اور یہ ہے ارادت

مرزا۔ صوفی صاحب آپ نے تو عجیب واقعہ سنایا۔ واقعہ کیا یہ تو اطاعت کا سبق دے دیا ہم کو چاہیئے۔ کہ اپنا ایمان اور عقیدہ پختہ رکھیں۔

صوفی۔ مرزا صاحب آپ کو ایک حضور انور کی کرامت سنائے دیتا ہوں۔ ایک یار طریقت آج ملا۔ جو کہ گجرات کاٹھیاواڑ کا باشندہ تھا۔ وہ بخیریت پاکستان آگیا تھا۔ وہ اپنے سلسلہ میں داخل ہونے کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے کئی دفعہ حضور

انور کا نام مبارک سُنا تھا۔ دل میں خیال کرتا تھا۔ کہ حضور انور کی زیارت سے مشرف ہوں۔ میری خوش قسمتی — کا ورود مسعود احمد آباد ہو گیا۔ ایک رات میں نے ارادہ کیا۔ کہ احمد آباد کو جاؤں تو رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ مدینہ طیبہ کے دربار شریف حاضر ہوا۔ صبح اٹھ کر بازار سے ایک عطر کی شیشی خریدی کہ حضور انور کی خدمت میں پیش کروں گا۔ جب اپنے وطن سے چل کر احمد آباد پہنچا۔ اور حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ چائے نوش فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ چائے پیو۔ میں نے چائے پی لی اور آپ نماز کے لئے مسجد روانہ ہوئے نماز سے فارغ ہو کر عرض کی کہ میری خواب بیان فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے جو میرے لئے عطر کی شیشی لائے ہو۔ وہ دے دو۔ تو عقل حیران ہو گئی۔ پھر فرمایا۔ کہ رات کو آپ دربار مدینہ طیبہ خواب میں گئے تھے۔ دربار شریف سے واپس ہو کر دروازہ پر پہنچے تو رسول کریم صلعم گھوڑے سے اترتے مبارک ہاتھ سے انگور دیتے تھے۔ انہوں نے آپ کو انگور کا خوشہ دے دیا۔ جب حضور انور نے میری خواب تمام بیان فرمائی۔ تو مجھے پختہ یقین آگیا۔ اور قدموں پر گر گیا۔ اور اپنی آخری عمر کا سودا کر لیا۔ اب بھی میرا پختہ یقین ہے۔ کہ حضور انور کا روح پاک ہر ایک بار طریقت کی امداد کرتی ہے۔ مرزا صاحب صوفی صاحب آپ نے تو حضور کے اعلیٰ کمالات بیان فرمائے۔ انشاءاللہ آئندہ حلقہ ذکر میں پھر ملاقات ہو گی۔

اخبار

آستانہ عالیہ علی پور شریف میں بالکل خیریت ہے۔ اور عالی جناب فضیلت مآب پیر سید محمد حسین شاہ صاحب محدث علی پوری آستانہ عالیہ پر رونق افروز ہیں۔ باوجود سخت گرمی اور رمضان شریف کے زائرین اور معتقدین کا ہجوم روضہ اطہر اور سجادہ نشین صاحب کی خدمت ویسا ہی موجود رہتا ہے۔

عالیجناب مولانا الحاج حضرت صاحبزادہ حافظ پیر سید انور حسین صاحب نماز تراویح میں مسجد نور میں قرآن شریف سنا رہے ہیں۔

حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ پیر نور حسین شاہ صاحب برائے رمضان شریف کوئٹہ میں رونق افروز ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مولانا الحاج پیر سید اختر حسین شاہ اور حضرت صاحبزادہ حافظ حاجی پیر سید بشیر حسین شاہ و صاحبزادہ سید حافظ نذر حسین شاہ۔ پیر سید حافظ افضل حسین شاہ اور اشرف حسین شاہ سب اصحاب بخیریت ہیں۔

مقبرہ کی خشت بامناسب ہے۔ اول درجہ کی پختہ ہو کر نکل آئی ہیں۔ بس اب صرف چند یوم گرمی کے گذرنے انتظار ہے۔ پھر روضہ انور کی تعمیر کی تعمیر شروع ہو جائے گی۔ ہر وہ سعید روح جس کو اپنی عاقبت اور فلاح و نجات کی تمنا ہے اس کو چاہیے۔ کہ وہ از خود اس نیک کام میں حصہ لے کر سعادت دارین اور زاد آخرت حاصل کرے۔
